دعوت کی بصیرت

داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے

اہم بیانات کا مجموعہ

مرتب

مولانا عبد القیوم دیوریاوی مظاہری

جلد پنجم

جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیوٹ لمیٹڈ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ یوسف:۱۰۸

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے: یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور جو میرے متبع ہیں ان کا راستہ بھی یہی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاویں۔

دعوت کی بصیرت (۵)

داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اہم بیانات کا مجموعہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم مظاہری دیوریاوی

ناشر

جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ

JMC India Publishers Pvt. Ltd.

168/2, Jha House, Hazrat Nizamuddin, New Delhi-110013 (India)

Tel. : 0091-11-24352220 E-mail : jmcindia13@gmail.com

www.jmcpublishers.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : دعوت کی بصیرت حصہ پنجم
(مجموعہ بیانات حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ)

نام مرتب : مولانا عبدالقیوم دیوریاوی مظاہری

سن طباعت : ۲۰۱۶ء

کمپوزنگ : بیت الحکمۃ دہلی

قیمت : ۴۵/روپئے

حافظ محمد سعید امام مرکز مسجد
محلہ تخن زید پور ضلع بارہ بنکی یوپی انڈیا
Mob.-9336329100

M D. Zaid

ISBN : 978-93-85662-21-8

فہرست

۱	بیان ۱؍۱۲؍۱۹۶۴ء مدرسہ شاہی قاسم العلوم، مراد آباد	۷
۲	بیان ۱۶؍رجب ۱۳۸۴ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۴ء مدرسہ امدادیہ مراد آباد	۲۴
۳	بیان ۲۶؍رجب ۱۳۸۴ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۴ء، مراد آباد	۲۷
۴	بیان ۲۹؍رجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۶۴ء، مرکز دہلی	۳۵
۵	بیان ۲۷؍رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲؍فروری ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۴۱
۶	بیان ۲۸؍رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۳؍فروری ۱۹۶۳	۴۵
۷	بیان ۲۷؍رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲؍فروری ۱۹۶۳، مرکز دہلی	۴۸
۸	بیان ۲۹؍رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ، مرکز دہلی	۵۰
۹	بیان ۱۸؍اگست ۱۹۶۴ء مطابق ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۸۷ھ مرکز دہلی	۵۳
۱۰	بیان ۲۴؍شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲؍مارچ ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۵۷
۱۱	بیان ۸؍ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مدرسہ کاشف العلوم، مرکز دہلی	۵۹
۱۲	بیان ۸؍ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ دیوبند	۶۴
۱۳	بیان ۲۲؍شوال ۱۳۸۳ھ، مرکز دہلی	۶۶
۱۴	بیان ۲۵؍شوال ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۶۷
۱۵	بیان ۲۷؍محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰؍جون ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۶۹
۱۶	بیان ۲۷؍محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰؍جون ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۷۳
۱۷	بیان ۲۹؍محرم ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۷۷

عرض مرتب

الحمدللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے بندہ دعوت کی بصیرت کے عنوان سے اب تک چار حصے ترتیب دے چکا ہے، جو مطبوع ہیں، حصہ اول اور دوم میں حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مکیؒ کے اہم بیانات ہیں، تیسرے حصہ میں مولانا مفتی زین العابدین صاحب مظہرہ والے کے بیانات ہیں، چوتھے حصے میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے بیانات ہیں اور یہ پانچواں حصہ جو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے بیانات کا مجموعہ ہے، جو مولانا شمیم احمد صاحب اعظمی کی کاپی میں ہیں، مرتب اس کاپی سے نوٹ کر کے شائع کر رہا ہے، نیز حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ کے بیانات جو بندہ نے جمع کیے تھے، وہ مواعظ عبید یہ حصہ پنجم کے نام سے معروف ہے، طبع کرانے کی خدمت عزیزم حاجی حسین احمد صدیقی مالک جے، ایم سی انڈیا پبلشرس کو دی ہے، موصوف اپنا قیمتی وقت نکال کر طبع کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے ،اجر عظیم عطا فرمائے، نیز بندہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

بندہ عبدالقیوم

مرتب ہذا

(۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱/ ۱۲/ ۱۹۶۴ء
مدرسہ شاہی قاسم العلوم، مرادآباد میں ختم بخاری کے موقع پر 'علم وجہل' کے عنوان سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

علم پر محنت سے اللہ رب العزت کامیابی عطا فرماتے ہیں اور جہل پر محنت کرنے سے ناکام کرتے ہیں، جہل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نہ جاننا۔

(۲) غلط جاننا۔

یعنی ہر جانے کو علم نہیں کہتے: بلکہ جو جاننا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے وہی علم ہے، جو اس کا اپنا علم ہے اس کے علاوہ جتنا بھی علم ہے، اس کی معلومات اور عدم معلومات یعنی نہ جاننا بھی جہالت ہے، اس اعتبار سے انسان کا جاننا سب جہالت میں آتا ہے، نیز اس اعتبار سے سائنس والے، حکومت والے ان کے علاوہ جتنے بھی طبقات ہیں انسانوں کے ان سب کا جاننا خدا سے ہونے کو جاننا نہیں ہے: بلکہ ان سے ہونے کو جاننا جہالت ہے، کیوں کہ ان سے نہیں ہوتا: بلکہ خدا سے ہوتا ہے، کوئی اپنی محنت سونے چاندی سے ہونے کو جانتا ہے، حالاں کہ

حقیقت کے اعتبار سے خدا سے ہوتا ہے، تو جب خدا کسی گروہ کو چمکانا چاہتے ہیں تو اپنی قدرت والا علم اس کو دیتے ہیں، خداوند قدوس نے نبی علیہ السلام کو بھیجا، نبی نے محنت کی، نبی کی بات کو جس نے قبول کیا اور پھر اس پر جو کچھ مطالبہ کیا اس کو پورا کیا، تو ایسے انسان کو اللہ رب العزت نے علم پر بار ہا چمکایا ہے اور جس نے نبی کے بتائے ہوئے علم کو قبول نہ کیا ایسے انسانوں کو جہل پر بار ہا شکست دی ہے؛ چناں چہ کبھی سائنس کو کبھی تجارت کو کبھی حکومت کو شکست دی ہے اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن مجید دیا، صحابہؓ نے سو فی صد قرآن پر عمل کیا اور حدیث میں آپ کی نقل و حرکت سنت وغیرہ سب کو صحابہ نے حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا اور قیامت تک قرآن وحدیث کا علم چلے گا۔ یہ علم جس کو خدا دیدے وہ دنیا میں چلوانے کے واسطے ہے، دوسروں کے بل بوتے پر چلنے کے لیے نہیں ہے۔

یہ خدا کی ذات کا علم ہے، جو اس علم پر اپنی محنت کو مکمل کرے گا، اللہ پاک اس کو اسی علم پر چمکائیں گے، یہ علم پوری امت کو دیا گیا ہے نیز پوری امت کو اس علم کی طرف کھینچنا ہے۔

اس علم حقیقی پر تین اعتبار سے محنت کی جائے:

(۱) اول یہ کہ اس علم کو صحیح شکل کے ساتھ سیکھا جائے، حاصل کیا جائے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ جو مراد و مصداق سمجھا ہے اور اللہ رب العزت کی جو اس علم کا منشاء ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، حالات کے تغیر و تبدل سے مراد اور مصداق کو نہ بدلا جائے، مثلاً قرآن پاک کی یہ آیت {وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ} [بقرہ: ۱۹۵] اس کے مصداق کو غلط بھی سمجھا جا سکتا ہے، چناں چہ جب ایک صحابی نے دشمن کے لشکر میں جا کر حملہ کیا، تو صحابہ نے کہنا شروع کیا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْقٰى نَفْسَهٗ بِيَدِهٖ اِلَى التَّهْلُكَةِ" تو یہ سن کر حضرت ایوب انصاریؓ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب کسی آیت کا مصداق نہ معلوم ہوا کرے تو آیت

کی تفسیر نہ بیان کرنا چاہیے، یہ آیت ہم انصار زمیں دار مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ یہ کہ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدنی زندگی میں پوری مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا؛ چناں چہ ہم نے اس وعدہ کو پورا کیا یہاں تک کہ اسلام مدینہ اور مدینہ کے چاروں طرف پھیل گیا، چناں چہ ہجرت کے نو سال کے بعد ہم انصار نے پنچایت کی کہ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا تھا نصرت و مدد کرنے کا وہ تو الحمد للہ پورا ہوگیا اور اسلام چاروں طرف چمک گیا؛ لیکن زمین و باغات خراب ہوگئے (نقصان ہوگیا) آؤ ہم سب مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ کی رخصت لے لیں (چھٹی لے لیں) تاکہ مقامی کام کرتے ہوئے کھیت اور باغات کو بھی درست کرتے رہیں، چناں چہ پنچایت طے کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو یہ آیت {وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ} نازل ہوچکی تھی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں اپنے کو نہ ڈالو، ہم واپس ہوگئے۔ اس آیت سے مراد "کَانَتِ التَّھْلُکَۃُ الْاِقَامَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ" ہے (ترجمہ ہلاکت یہ ہے کہ اہل وعیال اولاد اور مال میں ٹھہرا جائے) یعنی اس آیت کا خلاصہ اور مراد یہ ہے کہ خرچ برابر کرتے رہو اور زمین و باغات وغیرہ کی اصلاح و درستگی کے لیے مقام پر نہ ٹھہرو۔ تو بہر حال علم کے مصداق کے بارے میں اہل زمانہ کی سمجھ کے مطابق مصداق نہ ہوگا؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جو مصداق سمجھا ہے وہی معتبر ہوگا۔

۲) دوسرے خدا کی ذات کے علم پر یقین ہو؛

کیوں کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) ایک علم انسانی ہے، جو کہ جہل ہے، وہ یہ ہے کہ اسباب دنیا سے ہونے کا علم ہوں (۲) دوسرے خدا والا علم ہے، جس طرح دنیا کے اندر

چیزیں ہیں تو یہ علم کائنات اور دنیا کے اعتبار سے علم نہیں ہے؛ بلکہ خدا کی قدرت کے اعتبار سے علم ہے، جس طرح دنیا کے اندر کی ساری چیزوں پر اللہ رب العزت اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے ہیں، اسی طرح اس کے خلاف پر بھی قادر ہیں، نیز جس طرح اللہ رب العزت کائنات کی چیزوں کے بنانے پر قدرت رکھتا ہے، اسی طرح بگاڑنے پر بھی قادر ہے، پس جو شکل کائنات جس مقصد کے لیے بنی ہے، کبھی اللہ رب العزت بگاڑ کر دکھلاتے ہیں تاکہ تمھارا مقصد بدل جائے، تمھارے علم انسانی کے جہل ہونے کا اقرار ہو جائے۔ خداوند قدوس نے اپنی قدرت کو دکھانے کے لیے علم بھیجا ہے، کہ میرا علم کیا ہے، جس طرح کلام خدا کی صفت ہے، مخلوق نہیں، اسی طرح قدرت خدا کی صفت ہے، لیکن مخلوق اور کائنات کے اندر کی ساری چیزیں قدرت میں ہی ہے؛ بلکہ دلائل قدرت ہیں، پس قدرت خدا کی صفت ہے جو کہ خدا کی ذات میں ہے، جس طرح معجزات نبوت نہیں ہیں بلکہ دلائل نبوت ہیں، اسی طرح کائنات کی ساری چیزیں قدرت نہیں بلکہ دلائل قدرت ہیں، اب اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنی قدرت کو بیان فرمایا ہے کہ اقلیت اور محکومیت کو کس طرح چمکا سکتا ہے اور اکثریت کو اکثریت میں کس طرح ذلیل کر سکتا ہے۔ اس لیے جس طرح ہم الفاظ کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہیں، اسی طرح ہم دوسروں سے علم پر یقین کے اعتبار سے علم کے مطابق یقین کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں، ہمارا یقین حکومت و تجارت وغیرہ پر نہ ہو؛ بلکہ اگر ہمارا یقین وعمل قرآن پر آ گیا، اس قرآن کے عمل ویقین پر اللہ رب العزت کامیاب فرمائیں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات کو جو الفاظ مخصوصہ کے ساتھ علم قرآن دیا گیا یا الہام کر کے کلام اتارا ہو، جس کو حدیث کہتے ہیں اس پر یقین آ جائے، اب علم کے مطابق یقین بنائیں گے تو جو لوگ کائنات پر محنت کر رہے ہیں ان کا یقین کائنات سے ہونے کا ہوگا

اور ہمارا یقین قرآن وحدیث کے مطابق ہوگا۔ وہ یہ کہ انسانی بنیاد کائنات کی بنیاد پر نہ ہو؛ بلکہ خدا کی ذات کا یقین ہو۔

(۳) تیسرے علم کے مطابق عمل صحیح ہو اور عمل کی اساس (جڑ) تقوی ہے، آج علم والے جہل والے ہیں، اور جو نظام دنیا میں درج ہے وہ جہل والا نظام ہے۔

غیر خدا کے سامنے ہاتھ پھیلانا جہل ہے علم نہیں ہے، جب یہ تین باتیں:

(۱) ایک علم کا مصداق صحیح ہو اور فہم صحیح ہو

(۲) دوسرے علم کے مطابق یقین صحیح ہو

(۳) تیسرے علم کے مطابق عمل صحیح ہو

تو پھر ان علم والوں کو خدا اوپر لائیں گے جب علم وعمل چار لائن پر چالو ہوں تو اس کو تقوی کہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

پانچ اعتبار سے دل کا یقین ٹھیک ہو جائے جس کو دل کا عمل بھی کہتے ہیں:

(۱) اللہ کی ذات کے اعتبار سے کہ اللہ کے ماسوا وغیر کا یقین دل سے نکل جائے اور صرف خدا کی ذات سے ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۲) زمانہ و حالات کے اعتبار سے دنیا اور اس کے اندر کے حالات اور اس کے زمانہ سے یقین نکل جائے اور صرف آخرت کے زمانہ اور حالات پر یقین ہو جائے۔

(۳) نظام کے اعتبار سے انسانی نظام کا یقین نکل جائے اور غیبی نظام پر چلانے والے فرشتوں پر یقین ہو جائے۔

(۴) چوتھے علم کے اعتبار سے خدا کی تمام کتابوں اور خصوصاً قرآن و حدیث پر یقین آجائے کیوں کہ انسان کا اپنا ذاتی علم تجارت، زراعت، مملکت، ریاست، صدارت وزارت، چودھراہٹ، دیہاتی و شہری، بری و بحری، عربی اور عجمی ہونے کے اعتبار سے ہے، کہ اس سے کامیابی ہوگی اس کا یقین نکل جائے اور یہ یقین ہو کہ یہ سب جہل ہے، اور انبیاء علیہ السلام کا لایا ہوا علم و عمل حقیقت ہے، کیوں کہ دنیا بھر کے انسانوں کا علم بدل سکتا ہے، لیکن انبیاء کا لایا ہوا علم خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا علم کبھی نہیں بدل سکتا ہے۔

(۵) شخصیت کے اعتبار سے انبیاء کے علاوہ دنیا بھر کی شخصیت کا یقین نکل جائے وزارت، صدارت، ہتھیار اور تجارت وغیرہ کا یقین نکل جائے اور تمام انبیاء کی شخصیت کا یقین ہو جائے اور یہ یقین ہو کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت پر آئے گا وہ چمکے گا، وزارت و صدارت مالیات یہ حیثیت کے لیے نہیں ہے: بلکہ حیثیت کے لیے نبوت ہے، سارے انبیاء کرام کے بارے میں شخصیت کا یقین ہو جائے اگر وزراء سامنے سے گذریں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں نہ ہوں تو جس طرح گدھے کو سمجھتے ہیں اسی طرح وزیر کو سمجھیں۔

علم پر تین اعتبار سے محنت کی جائے:

(۱) علم کے مطابق یقین کی لائن یعنی اعمال قلبیہ کو ان پانچ لائنوں کے یقین سے ٹھیک کرنا جو اوپر مذکور ہوا۔

(۲) اقام الصلوۃ، بدن کے اعضاء و جوارح کے استعمال کو علم کی روشنی میں درست کرنے کی

محنت اس طور پر ہو کہ پوری زندگی نماز کے نہج پر آجائے، تا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (فرمانبرداری اور ماننے) میں استعمال ہوتا رہے۔

(۳) تیسرے مالیات کے لائن، یعنی کمائی کی لائن کو ٹھیک کرنا، جس میں زکوۃ بھی ہے زکوۃ کے نکالنے سے مال کے پاک ہونے کا یقین کیا جائے، جس طرح جانور کو ذبح کرنے کے بعد جانور کے خون کو نکال دینے پر پورا جانور حلال اور پاک ہوتا ہے، اسی طرح جب سارے مال سے زکوۃ نکلا دی جاتی ہے، تو وہ مال پاک ہو جاتا ہے؛ ورنہ اگر زکوۃ نہ نکالی جائے تو سارا مال ناپاک ہو جاتا ہے، مال کی زکوۃ نکالنے کے بعد بقیہ مال کو صرف اپنی ذات پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، اس بقیہ مال میں اعزہ، اقربائ، یتیموں، بیواؤں، مساکین، ومسافر اور حاجت مند اور غلام کا (مقروض) آزاد کرنے میں بھی خرچ کرے۔ یہ اوپر کی آیات میں بتایا گیا ہے، اسی لیے زکوۃ کو خصوصی طور پر (علاحدہ کر کے) بیان کیا گیا ہے اور بقیہ مال کے مصرف کو بتایا گیا ہے۔

چار اعتبار سے علم کی لائن کو ٹھیک کیا جائے:

(۱) یقین کی لائن جس کو {اٰمَنَ بِاللّٰهِ ۔۔وَالنَّبِيّٖنَ} تک بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دوسرے اعضاء وجوارح کے صحیح استعمال کی لائن کو ٹھیک کیا جائے جس کو اقام الصلوۃ سے بیان کیا گیا۔

(۳) تیسرے مالیات کی لائن یعنی کمائی کے لائن کو ٹھیک کیا جائے جس کو {اٰتَى الزَّكٰوةَ} سے {وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ...وَفِي الرِّقَابِ} تک بیان کیا گیا۔

(۴) چوتھے معاشرت کی لائن کو ٹھیک کیا جائے، جس کو {وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا} سے بیان کیا گیا ہے اور پوری معاشرت وغیرہ کو اپنی ذات کی اصلاح کے ساتھ بنانے پر جتنے حالات آئیں ان پر جمنے کی کوشش کی جائے، خوش حالی، بدحالی،

فائدہ نقصان اس راستہ میں جھیلا جائے، اس کو { وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ } سے بیان کیا گیا۔ اور اگر دشمن مقابل میں آجائے اور ضرورت ہو تو اپنی جان قربان کردی جائے، جس کو { وَحِیْنَ الْبَاْسِ } سے ارشاد فرمایا، ان چاروں لائنوں میں علم کے مطابق چلنے والوں کو متقی بتایا گیا ہے، چناں چہ فرمایا گیا ہے { اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ } اور تقوی والوں کے بارے میں بشارت وخوش خبری دی گئی { اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ } یعنی تقوی والے ہی کامیاب ہیں۔

اور ان کو ہر طرح سے چمکائیں گے، خواہ کمائی کی لائن ہو یا نہ ہو، اگر کمائی کی لائن ہو، تو بھی متعدد (کئی) طریقہ سے اللہ تعالی مدد فرماتا ہے:

(۱) کمائی کی ظاہری شکل کو بڑھا کر۔

(۲) کمائی میں برکت دے کر تا کہ ضرورت کسی وقت بھی نہ رکے۔

(۳) آسمانی بلاؤں سے حفاظت کر کے تا کہ مال ضائع وبرباد نہ ہونے پائے۔

اسی طرح بغیر کمائے ہوئے بھی دو طرح سے مدد فرماتے ہیں:

(۱) ایک متعارف ومعروف طریقہ پر

(۲) غیر متعارف وغیر معروف طریقہ پر

متعارف طریقہ پر نصرت ومدد یہ ہے کہ اللہ پاک کسی کے دل میں ڈالے کہ وہ اس کو دیدے اور غیر متعارف طریقہ پر نصرت یہ ہے کہ بغیر وہم وگمان کے مدد فرمائیں، جیسے (۱) غیبی نظام فرشتوں کے ذریعہ (۲) دشمن کے دلوں کو نرما کر (نرم کر کے) اور روزی چھیننے والی مخلوق کے ذریعہ روزی پہنچادیں (جیسے چوہا کا اشرفی لانا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے لیے)

اس سلسلہ میں صحابہ کے واقعات کی مثالیں ہیں (دیکھئے التائیدات الغیبیۃ، حیوۃ الصحابہ جلد ۳ تقریبا دو سو صفحات ۶۱/ باب میں پوری تفصیل موجود ہے، از مرتب)

(۱) ایک صحابی حضرت مقداد بن اسود کا واقعہ ہے کہ وہ فاقہ کی حالت میں تھے استنجاء کر رہے ہیں، اور چوہا ۱۷ اشرفی لا کر ان کے سامنے ڈال گیا۔ مقدادؓ نے حضور کے پاس آکر پوچھا تو آپ نے قرآن کی آیت {وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ} [طلاق: ۲/ ۳] کی تلاوت فرمائی۔

دوسرا واقعہ ایک محدث کا ہے، وہ رات میں کچھ لکھ رہے تھے، اس دوران دو چوہے، آپس میں لڑ رہے تھے، تو انھوں نے ایک کو ٹوکری بند کر دیا۔ دوسرا چوہا اپنی سراخ میں جاتا اور اشرفی لا کر محدث کا سامنے ڈالتا رہتا ہے، آخر میں ساتویں تھیلی کے ساتھ لایا اور سر ہلا کر اشارہ کرنے لگا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے، آپ رحم کھا کر میرے ساتھی کو چھوڑ دیں، چناں چہ محدث صاحب نے چھوڑ دیا۔

(۳) تیسرا واقعہ ابو درداءؓ کا ہے، ان کے پاس سائل آیا ان کے پاس چار پیسے موجود تھے، باندی کو حکم دیا سائل کو دیدو، باندی نے عرض کیا روزہ کہاں سے کھولیں گے، جب ابو درداءؓ نماز کے لیے گئے تو باندی مکان میں جھاڑو دے رہی تھی، چارپائی کے بستر کو ٹھیک کرتے وقت جب تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے چار سو اشرفی ملی، جب ابو درداء نماز سے واپس آئے تو باندی نے شکایت کے طور پر کہا کہ آپ چھپاتے ہیں، تو ابو درداء نے جواب میں قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے چھپایا نہیں ہے، اور نہ کسی نے مجھ کو دیا: بلکہ اللہ پاک نے چار سو اشرفی مدد فرمائی ہے (غیب سے) چار اشرفی کے بدلہ چار سو اشرفی) چناں چہ وہ باندی مسلمان ہوگئی۔

(۴) واقعہ حضرت خبیب کا مکہ میں کافر کے قید میں تھے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر موسم انگور کا خوشہ کھانے کے لیے آتا رہا۔

(۵) حضرت مریم کا واقعہ بغیر موسم کے اور بغیر کسی واسطہ کے انگور کا خوشہ کھانے کو ملتا رہا،

لوگوں کے سوال کرنے پر فرمایا کہ {أَنّٰى لَكِ هٰذَا} یہ کہاں سے آرہا ہے؟۔تو جواب دیا {هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ} یہ اللہ کے پاس سے آرہا ہے۔

اسی طرح بغیر اسباب مادیہ براۓ راست خدا کی طرف سے مدد تقوی والوں پر ہوتی ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ پر آگ ٹھنڈی کردی گئی۔اور بنی اسرائیل پر من وسلوی اتارا گیا۔(حلوہ اور تیتر بٹیر پرندہ) وادی تیہ میں۔

پس معلوم ہوا کہ تقوی پر دنیوی رواج کے علاوہ دوسرے طریقوں پر بھی اللہ پاک مدد فرماتے ہیں، اسی طرح اگر تقوی ہوتو اللہ رب العزت ظالم بادشاہ کو ہٹا کر ہم کو ملک پر بٹھادیں گے،تو علم ساری شکلوں کے مقابلہ میں چمکاۓ گا،جب کہ تین اعتبار سے علم صحیح ہو:

(۱) فہم ومصداق صحیح ہو۔

(۲) یقین صحیح ہو۔

(۳) عمل صحیح ہو۔

دو طبقے ہیں: (۱) خواص جس میں علماء کرام ہیں (۲) عوام:

علماء کرام کو دو رخ پر محنت کرنی ہے، اسی طرح عوام کو بھی دو رخ پر محنت کرنی ہے۔

علماء کرام کی دو ذمہ داری رخ کے ساتھ:

(۱) علماء کرام کے ذمہ ہے کہ مدارس ومکاتب پوری دنیا میں قائم کرنے کی فکر کریں، اسی طرح تدریس وتصنیف وغیرہ کے شعبوں کو بھی سنبھالیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ عوام و پبلک میں محنت کر کے مسجد کے ماحول میں رونا لانا خصوصا پنج وقتہ نماز میں اور نماز کے بعد اعمال مساجد پر پوری امت کو تیار کرنا۔

چناں چہ صحابہ کرام کے دور میں پانچ مرتبہ پوری امت مسجد میں آتی تھی، نیز دعوت وتعلیم عبادت، ذکر اذکار، تلاوت قرآن، اخلاق خدمت، اور دعا وغیرہ کا مرکز بھی مسجد تھی،

چناں چہ مرکز کا ہر فرد اعمال مساجد کی برکت سے کچھ نہ کچھ قرآن وحدیث اور اپنی زندگی کے ہر مرحلے اور ہر شعبے کے حلال وحرام کو جاننے اور پہچاننے والے تھے، جس طرح پوری امت پر نماز روزہ فرض ہے، اسی طرح حرام وحلال کو معلوم کرنا فرض ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے "لَا يَبِيعُ سُوقَنَا هٰذَا إِلَّا مَنْ تَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ" یعنی کوئی حرام وحلال کا علم حاصل کیے بغیر ہمارے بازار میں نہ آئے، اگر علم کے بغیر کما کر کھائے گا (تو حرام طریقہ پر کما کر کھائے گا، تو وہ ایسا ہے کہ جیسا کہ سور کا گوشت کھانا ہے، حرام طریقہ سے کھانا اور سور کو کھانا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، شراب پینا اور رشوت لے کر کھانے میں کوئی فرق نہیں ہے، آج یہ ہے کہ حرام کمائی کو اللہ کا فضل کہتے ہیں، چناں چہ ایک آدمی نے بھوپال میں مولانا عمران خاں سے عرض کیا کہ مولانا میری لڑکی کی شادی ہے، آپ کی دعا کی برکت سے اچھی جگہ ہوئی تو مولانا نے پوچھا کہ لڑکے کی کیا آمدنی ہے تو اس نے جواب دیا، کہ تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ہے، لیکن اللہ کا فضل ہے کہ چار پانچ سو روپیہ تک ہو جاتا ہے، یعنی رشوت لے کر۔ نوٹ از مرتب

جو لوگ حرام وناجائز کو اللہ کا فضل کہتے ہیں اور دکانوں مکانوں وغیرہ پر حرام کمائی سے بنے ہوئے عمارت وغیرہ پر لکھتے ہیں {هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ} یہ میرے خدا کے فضل سے ہے، حرام کو اللہ کا فضل کہتے ہیں، ان پر کفر عائد ہوتا ہے، لہٰذا دوبارہ کلمہ پڑھ کر زندگی بسر کریں اور نیز علماء کرام جو گہری نظر والے ہیں، ان سے رجوع کرکے تحقیق کرلیں۔

از مرتب

تو اس نے حرام کمائی کو اللہ کا فضل قرار دیا حالاں کہ حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق گدھے اور سور کے گوشت کھانے کے برابر ہے، سو فی صد نماز فرض، سو فی صد روزہ فرض، اسی طرح جو پورا وقت لگائے گا وہ پورے قرآن وحدیث پر عمل کرے گا۔ جو آدھا لگائے گا

وہ آدھا سیکھے گا، اسی طرح نماز و روزہ کی طرح ہر ایک پر اتنا تقوی فرض ہے، (اتنا ایمان فرض ہے) جس سے حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو سکے، اسی طرح علم بھی اسی قدر ضروری ہے۔

عوام و پبلک کے ذمہ دو قسم کی محنت ہے:

(۱) ہر فرد عوام کے ذمہ ہے کہ علماء کرام تیار کرنے کے لیے خود اپنے لڑکے اور مال لے کر مدرسہ پہنچے اور مدرسہ و مدرسین کا انتظام کریں۔

(۲) اپنی زندگی میں کلمہ و نماز اور ضروری علم و یقین سیکھنے کے لیے اپنے مشاغل و گھر سے وقت فارغ کر کے مسجد میں آئیں، پس مسجد کی محنت علماء کرام و عوام کی مشترک محنت ہے اور اعمال مساجد کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کو مسجد میں جوڑا، سیکھا ہوا دوسروں کو سکھاتا تھا اور جاہل جاننے والوں سے سیکھتا تھا، پانچ مرتبہ عوام و خواص، علماء و جہلا، فضائل کے جاننے والے اور نہ جاننے والے مسائل کے جاننے اور نہ جاننے والے سبھی کو مسجد میں جمع کیا جاتا تھا، کہ جاننا علم متعدی ہے اس لیے ایک طرف علماء کرام کو اپنے مشاغل علمیہ میں سے وقت فارغ کر کے اپنے کو مسجد میں ڈالنا ہوگا اور دوسرے عوام کو بھی اپنے مشاغل دنیویہ سے وقت فارغ کر کے علماء کرام کے ساتھ مسجد میں جڑنا ہوگا، جس سے آپس میں دلوں میں اتحاد پیدا ہوگا اور صحیح زندگی کی معرفت عمل اور دعوت پوری دنیا میں عام ہوگی۔

آج امت مختلف یونین (unions) میں تقسیم ہو گئی ہے، حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کو مساجد کے راستہ سے ایک ایک امت بنایا تھا۔ آج امت محمدیہ کو کھینچ کر سیکڑوں یونین میں تقسیم کیا جا رہا ہے، آج مسلمان یہود و نصاری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس امت کے مال دار غیر مال دار کا ذہن وہ ہے، جو یہود و نصاری کا ذہن ہے، حضور کے ذہن سے نہیں دیکھتے، حضور کے ذہن پر نہیں سوچتے، ادھر کمیونسٹ ہے، ادھر عیسائی عورتوں کے ساتھ زنا کاری کے لیے اس امت کو کھینچ رہے ہیں ایسے وقت میں خصوصیت کے ساتھ اس

امت کے خواص وعوام کو مسجد سے تعلق جوڑنا پڑے گا، تا کہ مسجد کے اندر والے اعمال زندہ ہوں، یہ عوام والا شعبہ ہے، اس سے عوام کی زندگی بنے گی، پھر ہر ایک اپنے اپنے شعبہ کے ساتھ اہل علم سے علم حاصل کر رہا ہوں، لہذا علماء کے ذمہ مکتب کھولنا؛ کیوں کہ دوسروں ملکوں میں سو سو ہزار میل تک مکتب نہیں ہے۔ جس کے پاس مایہ ہے وہی دوسروں کو دے گا۔ ہمارے ہندستان والوں کے پاس مایہ ہے، خصوصاً اس زمانہ میں ہندستان میں جتنے مکاتب دوآبہ میں ہیں اتنے پوری دنیا میں کہیں نہیں ہیں، جس علم کے راستہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا میں اٹھے تھے، اسی طرح ہم کو بھی پوری دنیا میں علم کے ساتھ اٹھنا ہے، پھر اللہ رب العزت وہ سب کچھ پورا فرمائیں گے جس کا اس علم پر وعدہ فرمایا ہے {وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ} [مائدہ:۹] یعنی اگر ایمان واعمال صالحہ کا رخ قائم ہو گیا تو خدا اپنا وعدہ (خلافت دینے کا) پورا فرمائیں گے، ہمارے ذمہ شرط کا پورا کرنا ہے (اور وہ ہے ایمان واعمال صالحہ) اور جزاء ووعدہ کا پورا کرنا اللہ رب العزت کے ذمہ ہے، اسی وجہ سے {قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ} [آل عمران:۲۶] تک اس بات کو بتلایا کہ اللہ رب العزت بنانے اور بگاڑنے میں اپنی قدرت کو استعمال فرماتے ہیں {اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ} (ایمان و اعمال صالحہ) پورے مجموعے میں ہو تو پورے ملک اور قوم کے اعتبار سے اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمائیں گے، استخلاف (خلافت دینا) فی الارض یہ نہیں ہے کہ زمین پر قبضہ ہو؛ بلکہ حقیقی استخلاف فی الارض، تمییل قلوب الناس إلی اللّٰہ۔ کو کہتے ہیں (یعنی لوگوں کے دل اللہ کی طرف مائل ہو جائیں) مرتے وقت تو ساری دنیا کا علم بدل جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کسی کے رحم وکرم پر اور غیروں کے ہاتھ پر نہیں ڈال کر گئے؛ بلکہ ہم کو مسجد کے

راستہ سے خدا کی قدرت سے جوڑ کر گئے۔ دوسروں کے پاس دائمی اور حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں ہے: لیکن ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا حقیقی کامیابی کا راستہ ہے، سرمایہ دار حکومت مالدار غریب حاکم ومحکوم وغیرہ سارے ہی کو مصیبت سے نکالنے کا راستہ ہمارے پاس موجود ہے، اور ہم ان سے بے نیاز ہیں، مدرسہ کے مدرسین سے فرمایا کہ آپ لوگ دو کام کیجیے:

(۱) اول ہم مدرسہ کی ضرورت پوری کریں گے خدا وہ دن لائے کہ پبلک اپنی جان ومال مدرسہ ودین پر لگائے، اس طور پر کہ اپنے اپنے خاندانوں کے بچوں کو مدرسوں کو دیں اور مال بھی خرچ کریں۔

(۲) دوسری طرف اپنی زندگی کے لیے مسجد کے ماحول کو زندہ کریں: تاکہ امت غیروں کے طریقہ سے ہٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آجائے، کمائی حاصل کرنے کے لیے مکتب مدرسہ میں بچوں کو نہیں بھیجنا ہے اور فارغ ہونے کے بعد بچوں سے اسلام کی ضرورت اور تعلیم کی ضرورت کے پیش نظر بچوں سے کمائی کی امید نہ رکھیں: بلکہ دین کی پوری ضرورت پر ان کو لگائیں، جہاں چالیس چالیس روپیہ جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے لیے جارہے ہیں، اور اگر کوئی نہ ملے تو یا پیسہ نہ ہو تو بغیر نماز جنازہ دفن کر رہے ہیں، جیسا کہ مشرقی پنجاب میں ہو رہا ہے ان جگہوں پر اپنے مدرسہ سے فارغ اپنے بچوں کو بھیجیں (۱) ایک طرف قرآن وحدیث اور علوم شرعیہ پر محنت کریں (۲) دوسرے مسجد کے اندر جو علم ہے اس کو بھی اپنے ذمہ سمجھیں۔

خواص یعنی علماء کا کمال پیدا کرنے کا میدان مدارس، مکاتب اور خانقاہ ہیں:

(۱) اگر طلبہ پڑھنے کے زمانہ میں پڑھنے کے علاوہ کھانے کے بعد عصر کی نماز کے بعد اور درس سے فراغت کے بعد علم کی تکرار کی باتیں کریں تو یہ مقدم ہے۔

(۲) لیکن اگر اخبار وغیرہ پڑھیں تو اس صورت میں دین کی محنت مقدم ہوگی۔ اس کے بعد جب چھٹی کا موقعہ آئے تو خدا کے راستے میں نکلیں۔

(۳) اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ تعلیم کے اوقات میں دعوت کی بات کو حرام سمجھو۔

(۴) فارغ ہونے کے بعد کسی مشغلہ میں لگنے سے پہلے طلبہ کم از کم سات چلہ اس راستہ میں لگائیں: کیوں کہ سات چلہ میں اونچ نیچ اور مزاج امت سے واقفیت ہوگی، کچھ عوام کی بدعنوانی کے برداشت کرنے کی عادت ہوگی

(۳) عوام کو کنٹرول کرنے کا مزاج تیار ہوگا

(۴) اس بات کا علم ہوگا کہ کہاں مدرسے ہیں اور کہاں نہیں۔

(۵) نیز کہاں پر اسلامی زندگی اور دینی زندگی ہے تو وہاں کے لوگ کس قدر خطرے میں ہیں، اس طرح ایک ایک گاؤں اور ایک ایک علاقے میں ان شاء اللہ مکاتب و مدارس ہوں گے۔

(۶) نیز اس نقل و حرکت کے ذریعہ تم عالم میں پھروگے اور پھیلو گے۔ اگر مزاج تیار ہوجائے تو بلاد عربیہ میں جاؤ وہاں رہ کر وہاں کی زندگی میں ان کے ساتھ مل کر ان کے درمیان کام کرو، پھر اللہ پاک ہمت دے تو پورے یورپ کے ممالک میں جاؤ، اس کے بعد مشورہ ہوگا کہ تم کو ہندستان یا عرب یا یوروپ کے مدرسہ میں کس جگہ متعین کیا جائے۔

اس طریقے سے ان شاء اللہ مکاتب اور مدارس کے ذریعہ علم اور نقل و حرکت کے ذریعہ صفات حمیدہ و ایمان، یقین اور اعمال پوری دنیا میں زندہ ہوں گے اور اس امت کو ظلم و تعدی سے کھینچ کر حضرت محمد ﷺ کے راستہ پر عبادت، دعوت، عدل و انصاف کی زندگی پر کھڑا کروگے تو پھر امت انشاء اللہ اغیار سے کٹ کر نکل جائے گی۔

(۲)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱۶ر رجب ۱۳۸۴ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۴ء بروز منگل بعد نماز عصر مدرسہ امدادیہ مراد آباد یو پی میں 'علم وایمان' کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! (۱) ایک علم وہ ہے جو حال کے اعتبار سے ہو، لیکن یہ نفع ونقصان تک پہنچائے گا، یہ بیچ میں ہلاکت وبربادی کا سبب بنے گا، اس میں شبہ ہوتا ہے کہ اس میں کامیابی یا ناکامی تحقیقی نہیں ہے (۲) دوسرا علم وہ ہے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، اس میں ذرہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس علم میں مشغول ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، جس میں ایک حرف کا شک وشبہ نہیں ہے، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے [وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ] [انبیاء: ۱۰۵] جب ہم نیک وصالح بنیں گے تو ساری کائنات ہی ہمارے لیے ہوگی تو قرآن وحدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک جو علم پہنچا، اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن دنیا کے سارے علوم میں شک ہے کہ اس سے جو کچھ بتایا گیا ہے اور اس مقصد کے تحت وہ علم وجود میں آیا ہے وہی ہوگا، یا اس کے علاوہ ہوگا، کائنات کی ساری چیزوں کی صفات بدل سکتے ہیں، اس لئے دنیا کی ساری شکلوں کی ترتیب ہمارے

لیے موافقت کی شکل میں ہو جائے۔ اس کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں:

(۱) ایک تو علم کو جاننا۔

(۲) دوسرے اس کو سیکھنا اور عمل کرنا۔

جیسا کہ تقویٰ کے بارے میں ایک تو اس کا جاننا ہوتا ہے، جو کتابوں سے حاصل ہوتا ہے، دوسرے اس کو سیکھنا جس کے لیے اعضاء و جوارح کو اس کو سیکھنے کے لیے استعمال کرنا ہوتا ہے اور اپنی جان و مال کو خرچ بھی کرنا پڑتا ہے، پس جاننے کی مثال یہ ہے کہ کپڑوں پر چھپائی اور بیل بوٹے وغیرہ کیے جائیں اور سیکھنے کی مثال اس طرح کہ جس طرح تاگے سے اس چھاپے ہوئے بیل بوٹوں کو تاگے سے سینا تو جاننا زائل و ختم ہو سکتا ہے، لیکن سیکھنا زائل نہیں ہو سکتا، اللہ رب العزت نے کائنات کے مقابلہ میں جو کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے، وہ جاننے پر نہیں ہے: بلکہ سیکھنے (اور اس پر عمل کرنے) پر ہے، پس اگر نماز کو جانا تو اس کو سیکھو (اور سیکھ کر پڑھو) تو کل جانو تو اس کو سیکھو تو اس کی برکت سے اللہ پاک تم ہم سب کو پورے عالم کا محبوب اور مرجع بنا دیں گے۔ اب تک ہم نے ایمان کو جانا ہے تو ایمان کو سیکھنا بھی ہے تم نے پڑھا ہوگا (یا سنا ہوگا) "تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ" صحابہ فرماتے ہیں ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ گیا۔ دیکھیے حیاۃ الصحابہ ج ۲ رباب العلم۔

چناں چہ عبد الرحمن اسلمی فرمایا کرتے تھے کہ ہم صحابہ سے دس آیت سیکھتے، پھر ان پر عمل کرتے پھر دوسری آیت سیکھتے پھر ان پر عمل کرتے، پھر دس آیت سیکھتے اس طرح پورا قرآن سیکھا، اب سائنس والوں کی کوشش یہ ہے کہ اب چاند کے اندر آباد ہو جائیں، جیسا کہ امریکہ اور روس چاند پر جانے کی کوشش کر رہے ہیں: تا کہ جب زمین پر ہنگامہ ہو تو چاند پر چلے جائیں، جس کے ذریعہ اپنے کو محفوظ کر سکیں تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اس تک پہنچیں گے بھی یا اس سے پہلے مر جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تھا، وہ معجزہ کے

طور پر ہے، حکم تشریعی نہیں ہے کہ ہم کو بھی حکم ہو کہ ہم چاند کی طرف اشارہ کریں، لیکن جو نماز کے اندر "التحیات" میں شہادت کی انگلی سے 'اشہد ان لا الٰہ' پر اشارہ ہے وہ تشریعی ہے، جس کو ہمارے لیے طریقہ نبوی قرار دیا گیا ہے (اور اس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے) اور معجزہ نبوت نہیں ہے؛ بلکہ دلائل نبوت ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ سے (جو کہ دلائل نبوت ہے) چاند کے دو ٹکڑے ہو سکتے ہیں، تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اعمال ہمارے اندر آ جائیں تو ساری سائنسیات کا علم ختم ہو جائے گا اور اس کے نقشے بھی ختم ہو جائیں گے، اس سائنس کے علم پر مرعوبیت اس قدر ہے کہ بغیر شکل کے پورے ملک میں چلا رہے ہیں تو جس طرح پورے ملک میں کائنات کے علم کی شکل ہے، اسی طرح اس کے مقابل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی شکل آ جائے اور یقین بھی درست ہو جائے، اب ہمارے تمہارے پاس جو علم ہے وہ اس پر ابتداء ہے، کہ آیا یہ کہ ہم دنیا کو بتاتے ہیں اس کی حقیقت کو یا اس کے خلاف کا تجربہ کراتے ہیں؛ لیکن اگر علم کے مطابق یقین اور اعمال کی محنت کا میدان بنایا جائے تو اللہ رب العزت اس علم وعمل کے راستے سے ہم کو کامیاب بنائیں گے، اس فکر و محنت کے ساتھ ہم کو آخری لمحہ حیات تک پڑھنا پڑھانا ہے، تین چیزوں کے ساتھ:

(۱) اس کو سیکھنا

(۲) اور دنیا میں اس کو پھیلانے کا کام بنانا

(۳) اور یہ یقین تیار کرنا کہ اللہ تعالیٰ اس محنت پر ہر طرح کامیابی اور طاقت نصیب فرمائیں گے۔

(۳)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۶/ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۲ء بعد نماز مغرب مجمع عام میں "انسان سب سے زیادہ قیمتی ہے" کے عنوان سے مرادآباد میں ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا [اسراء: ۷۰] وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً [بقرۃ: ۳۰]

میرے بھائیو اور دوستو! دیکھنے میں نظر آ رہا ہے کہ زمین اور آسمان اور اس کے اندر کی چیزیں قیمتی ہیں اور انسان محتاج محض ہے، اور اس کو کائنات کی چیزوں کی ضرورت ہے، لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس کو انسان نے بنایا ہے وہ بے قیمت ہے، اب اگر انسان اپنی استعداد کو سامنے رکھ کر سمجھے تو استعداد میں سب سے زیادہ قیمتی بنایا ہے، جس طرح زمین میں غلہ وسونا چاندی وغیرہ کی استعداد ہے اور وہ زمین پر محنت کر کے حاصل کیے جاتے ہیں، اسی طرح انسان میں استعداد ہے کہ اس طرح انسان اپنے اوپر محنت کر کے وہ دولت نکالے جس سے خدا راضی ہو اور جنت حاصل ہو جائے، جیسا اپنی اپنی

استعداد کو استعداد قرار دے کر انسانیت پر محنت کرے تو اس استعداد کا فائدہ حاصل کرے گا، جس کو خداوند قدوس نے انسان کی ذات میں رکھا ہے، انسان کی ذات میں جو کمالات بنتے ہیں وہ اس کے ساتھ مستقل رہتے ہیں؛ لیکن انسان کے جسم کے باہر جو کچھ ہے وہ انسان کے ساتھ ہر جگہ نہیں رہتا؛ لیکن جو انسان کے اندر ہے، اس کو ہر جگہ لے کر جاتا ہے جو چیز جسم سے باہر تیار ہو رہی ہے، اس میں سے کچھ کو گھر چھوڑ دے گا اور کچھ بارڈر تک اور کچھ کو موت تک لے جائے گا، اس کے بعد نہیں لے جا سکتا ہے، بس انسان کے بدن کے باہر جو کچھ ہے عارضی ہے مستقل نہیں ہے، پھر موت کے وقت اندر کی ساری دولت کو انسان لے کر جاتا ہے اور باہر کی دولت چھوڑ کر جاتا ہے، اس لیے تجارت قیمتی نہیں ہیں؛ بلکہ تاجر قیمتی ہے، بادشاہت اور عہدے قیمتی نہیں ہے، بلکہ بادشاہ اور عہدہ دار قیمتی ہے، بس شکلیں قیمتی نہیں ہیں، انسان قیمتی ہے، جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری کائنات مچھر کے پر کے برابر حیثیت (قیمت) نہیں رکھتی ہے اور اللہ رب العزت نے کائنات کو بے قیمت قرار دیا ہے، اسی وجہ سے محنت کے اعتبار سے بھی سب سے قیمتی چیز انسان کی اپنی ذات پر محنت ہے، انسان کے باہر صرف شکلیں نہیں بنتی؛ بلکہ انسان کے جسم سے باہر جس طرح شکل بنتی ہے، جو ختم ہونے والی ہے، اسی طرح انسان کے اندر بھی عمل تیار ہوتا ہے، جو ہمیشہ رہنے والا ہے، بس انسان کی محنت سے جس طرح باہر بنتا ہے، اسی طرح اندر بھی بنتا ہے، انسان کے اندر یقین شرک اخلاق بداخلاقی، سچ وجھوٹ انصاف وظلم وخوف خدا، دھیان، طاعات، بد بو، خوشبو، ضعف وقوت، وغیرہ سارے ہی کمالات اور ساری ہی خرابیاں انسان کے اندر محنت پر تیار ہوتی ہیں، جتنی محنت دکان، تجارت، سیاست وغیرہ پر ہو رہی ہے یہ نہیں کہ ان سے باہر ہی ہو رہا ہے؛ بلکہ اس کے جسم کے اندر بھی بن رہا ہے، کارخانہ پر سیاسیات پر اور جتنے بھی اقسام کی محنت ہو رہی ہے اس سے باہر اور اندر دونوں بن رہا ہے۔

(۱) باہر کے بنے ہوئے نقشے دکھائی دیتے ہیں لیکن انسان کے اندر جو کچھ تیار ہوتا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا۔

(۲) جو باہر ہے وہ غیر مستقل ہے۔ اور عارضی ہے اور جو کچھ اندر ہے وہ مستقل ہے اور دائمی ہے، باہر والی مایہ غیر مستقل ہے اور اندر والی مایہ مستقل ہے۔ بس اگر اندر وہ مایہ ہے جس پر ناکامی آتی ہے تو ساری چیزوں کے بننے کے باوجود ناکام ہوں گے۔ یعنی اندر میں ظلم و بے حیائی، شرک و کفر اغراض وغیرہ تیار ہوئیں اور باہر چیزوں کی شکل کوٹھی، کار، بنگلہ، ہوائی جہاز وغیرہ تیار ہوئے تو اندر ناکامی کی شکل اور باہر کامیابی کی شکل و صورت بنی اور انھیں کائنات کی شکلوں میں خون کی ندیاں بہیں گی اور باہر کے سارے اسباب خراب ہوں گے اور یہی نہیں کہ باہر کے نقشے ٹوٹیں گے، بلکہ مرنے کے بعد زندگی کی خرابی پر بھی دکھایا جائے گا کہ اندر کی یہ خرابی ہے، اس پر یہ عذاب ہے۔ لیکن اگر خدا کرے کہ انسان کا اندرون بن جائے تو ہر جگہ فرشتے مقرر ہوں گے، ساری کائنات فرشتوں کے ہاتھ میں اس طرح ہے جس طرح ڈرائیور کے ہاتھ میں کار ہوتی ہے، ایک فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں، کہ جب صور پھونکیں گے تو ساری کائنات ختم ہو جائے گی، اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، ان کا قد عرش تک اور ساتویں زمین تک گھیر لیتا ہے، اور ہر ملاء (آسمان) پانچ سو برس کی مسافت اور ہر خلاء (زمین) پانچ سو برس کی مسافت کا ہے۔ اس طرح سات تہہ زمین اور سات تہہ آسمان کی مسافت کو ملا کر چودہ ہزار سال چلنے میں ان کا قد ختم ہوگا، اتنے بڑے فرشتے کو بھی جب خدا کا جلال، عظمت و بڑائی کا خیال آجائے تو حضور کا فرمان ہے کہ وہ ڈرتے ڈرتے اور خوف کھاتے کھاتے چھوٹی چڑیا کے قد کے برابر ہو جاتے ہیں، تو ساری کائنات فرشتوں کے ہاتھ میں ہے، اور سارے فرشتوں کو انسان کے سامنے جھکایا ہے تو اگر صرف قد کی بات ہوتی تو جبرئیل کے سامنے انسان کو جھکایا جاتا، نیز اسرائیل کے سامنے

انسان کو جھکایا جاتا، پس جو انسان قیمتی بنیں گے تو ساری کائنات ان کے موافق استعمال ہوگی اور جو انسان بے قیمت بنیں گے تو ساری کائنات مخالف استعمال ہوگی، اس لیے جتنے قسم کے انسان ہیں، جس طرح ان کی محنت سے باہر بن رہا ہے، اسی طرح اندر بھی بن رہا ہے، یا قیمتی ہے یا بے قیمت ہے۔

ہر سرمایہ دار کے اندر وہ بن رہا ہے، جس سے وہ ناکام ہوگا، یا وہ بن رہا ہے جس سے وہ کامیاب ہوگا، جو بیماری یا صحت تمھارے اندر ہے، اس کو لے کر ہر نقشے میں جاتے ہو، اسی طرح اندر میں جو کامیابی اور ناکامی کی بنیاد بنتی ہے انسان ہر جگہ ان کو ساتھ لے کر جاتا ہے، پس اگر کامیابی والی بنیاد ہو تو کامیاب ہوتا ہے اور اگر ناکامی والی بنیاد ہو تو ناکام ہوتا ہے۔

محنت تین قسم کی ہے

(۱) ایک محنت وہ ہے جو اپنے محنت کرنے والوں کو ناکام کردے، وہ یہ کہ زمین و آسمان کی چیزوں کے بنانے میں لگے، اپنے اندر کے بننے کو نہ دیکھے، کہ میرے اندر اخلاق یا بد اخلاقی بن رہی ہے، حیا یا بے حیائی بن رہی ہے۔ بس بنے ہوئے کے تھمانے میں لگے رہے، یا بنانے میں لگے رہے، لیکن اندر کے بننے کو نہ دیکھا کہ اس کا چلنا، پھرنا، بولنا، سننا کس طرح ہو رہا ہے، جب انسان کے اندر یہ ساری باتیں پیدا ہو جائیں گی تو انسان کے اندر وہ اسباب پیدا ہوں گے، جسے ناکامی کہتے ہیں، ریاء، بے صبری، ظلم، بد اخلاقی، ظلمت سیاہی وغیرہ تیار ہوگی جو ناکامی والی بنیاد ہے، وہ باہر کی شکل سے کامیابی والی شکل بنی (۲) تو اللہ تھپیڑ مار کر حالات کو بگاڑتے ہیں، اگر اس پر بھی نہ بنا اور متوجہ نہ ہوا تو دوسرا تھپیڑ ماریں گے، وہ یہ کہ ساری شکل و نقشے کو توڑ پھوڑ دیں گے، سیلاب لا کر، آگ جلا کر، جنگ چھیڑ کر (۳) اگر پھر بھی آنکھ نہ کھلی تو اب موت آئے گی، قبر میں سانپ کاٹ رہے ہوں گے، دوزخ کی کھڑکی کھلی ہوئی ہوگی۔ پھر قیامت کے میدان میں جو اندر میں بنایا تھا، وہ قیامت

میں ماہر بن کر رہے گا، اس پر کوئی ترس کھانے والا نہ ہوگا، یہ ناکامی والا راستہ ہے، خواہ وقتے جیسے بھی ہوں، اس صورت میں جہاں ہوں گے رو رہیں گے، میں قسم کھاتے کو تیار ہوں، یہ پہلی قسم دنیا میں بھی ناکام ہے اور آخرت میں بھی، یہ وزیر، صدر، اکثریت واقلیت ناکام ہوں گے، یہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں بھی، اب آگے دو قسم ہیں، جن میں سے ایک قسم مقابل میں ہے، یہ چشتی قادری سہروردی نقشبندی (یہ اولیاء کی چاروں قسمیں ہیں جن کا سلسلہ چلا آ رہا ہے) یہ سارے بزرگوں اور اولیاء کی قسم ہے، جو کہ باہر کے نقشوں کو لات مارتے ہیں اور اندر کی، یہ کی تحقیق کرتے ہیں کہ ریاء اور دنیا کی محبت کی جڑ کٹ جائے تم دیکھو گے کہ اندر کے ماحول کے بنانے پر بھی ٹاٹ پر بیٹھے، لیٹے ملیں گے، ملک ومال کے پاس نہیں جاتے، ملک ومال والوں کو گدھا سمجھ کر اپنی دنیا الگ جنگل میں بناتے ہیں، ایسی جگہ کہ مالدار اور حکومت والے وہاں نہ پہنچ سکیں، ایک جھونپڑا بنا لیتے ہیں جب ان کو دیکھو (وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ... قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا) یہ جو اللہ پاک نے بہت سی قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ کامیاب وہ ہوگا جو تزکیہ کرے اپنے نفس کی (یعنی ظاہری وباطنی امراض سے اپنے نفس کو پاک کرے) ان اولیاء اللہ کی یہ صفت ہوتی ہے، ایسے انسانوں کی جوتیاں حکومت والے، مال والے سیدھی کریں گے، پکڑیں گے، کیوں کہ انھوں نے اپنے بنانے پر محنت کی، باہر کے نقشوں کی لات مار کر کہ باہر کی دولت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے تم باہر لڑتے رہو، ہم کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا، ہم کو ملک ومال کا نقشہ نہیں بنانا بلکہ ہم کو اندر کا وہ نقشہ تیار کرنا ہے، جسے باہر کے نقشے والے نہیں کرتے، یہ قسم یہ نہیں دیکھتی کہ باہر کیا بنا، کیا بگڑا، مالدار بابا مر گیا۔

ایک قصہ تم نے سنا ہوگا، داڑھیاں والے باندھا باندھ رہے تھے (اس وقت کے بزرگ) حضرت شاہ دولہ کے پاس گئے، کہا حضرت آپ بھی دو چار پھاوڑے آپ بھی مار دیجیے کہ

برکت ہو جائے، تو حضرت شاہ دولہ بجائے مٹی ڈالنے کے اور باندھ ہی کو گرانا شروع کر دیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ تو جواب میں فرمایا جدھر مولا ادھر شاہ دولہ، تمھارے عمل پر خدا جیسا معاملہ کریں گے اسی کے ساتھ میں بھی ہوں۔ ایسی قسم ہزاروں ملیں گی۔

از مرتب: یہ قصہ بندہ نے دوسرے قسم کا سنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سیلاب آیا ہوا تھا جانی، مالی نقصان ہو رہا تھا، بستی کے لوگ حضرت شاہ دولہ کے پاس دعا کرانے کے لیے گئے، سیلاب جو آیا تھا وہ باندھ ٹوٹ گیا تھا، تو شاہ دولہ وہاں پانی کے دھارکو بہاؤ کی طرف اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر ادھر ہی کر رہے تھے، تو لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو فرمایا 'جدھر مولی ادھر شاہ دولہ' مولی کی مرضی تمھارے گناہوں کی وجہ سے سیلاب لا کر تم کو ختم کرنا ہے اور شاہ دولہ کی کیا مجال کہ مولی کی مرضی کے خلاف کرے)

حضرت ابراہیم بن ادھم (یہ بادشاہ تھے) حکومت کو لات مار کر اپنے اندر کی دولت پر محنت کرتے کرتے اندر کی وہ مایہ حاصل کر لیا جس سے ملک و مال کے بغیر کامیاب ہوتا ہے، پھر وہ ملک کے دریا کے کنارے بیٹھ گئے، کسی نے ملک کے وزیر کو اطلاع دی کہ وہ گدڑی پہ دریا کے کنارے بیٹھے ہیں، آج جیسا دور نہیں تھا کہ خوشیاں مناتے اور دعا کرتے کہ وہ مر جائے (یعنی بادشاہ مر جائے اور ہم اس کا مقام لے لیں)، بلکہ وہ دور تھا کہ بادشاہ اور وزراء چاہتے تھے کہ ہم ہٹ جائیں اور فلاں بادشاہ اور وزیر بن جائے، چنانچہ فرمایا کہ بادشاہت میں رکھا کیا ہے، پھر ایک سوئی دریا کے اندر پھینک دی، پھر فرمایا مچھلیوں سے کہ میری وہی سوئی لاؤ اور واپس کر دو، چنانچہ مچھلی کی جماعت آئی اور آگے والی مچھلی نے سوئی کو حوالہ کر دیا۔ پہلے وزراء وغیرہ جو آئے تھے دریا کے کنارے ان سے کہا کہ تم میری سوئی لاؤ، تو کہا کہ ایسی سوئی سیکڑوں آپ کو دے دیں گے، کہا نہیں وہی سوئی دریا میں پھینکی ہے وہ لاؤ، تو لوگوں نے کہا ہمارے بس کی بات نہیں، تو مچھلیوں کو حکم دیا کہ تو مچھلیاں سوئی لائیں (لائی تو ایک مچھلی مگر ساتھ میں پوری جماعت مچھلیوں کی تھی) پھر حضرت ابراہیم بن

اونہم نے فرمایا کہ تم کو باہر کی حکومت حاصل ہے اور مجھ کو میرے رب نے باطن کی حکومت دے دی ہے (تم لوگ باہر لوگوں کے سروں پر حکومت کرتے ہو اور میں اللہ کے فضل سے مخلوق کے دلوں میں حکومت کرتا ہوں) بالکل ایسا ہی واقعہ ابو ریحانہ کا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، حافظ بن حجر نے اپنی کتاب 'اصابہ' میں لکھا ہے کہ دریا کی مچھلی سے کہا اور مچھلی نے ہماری سوئی واپس کر دی۔

پس یہ وہ قسم ہے جو بالکل مقابل میں صرف ایمان وعمل پر محنت کرنے میں لگے رہتے تھے۔

(۳) تیسری قسم محنت کرنے والوں کی تقسیم کی ہے کہ زیادہ وقت اندرونی مایہ بنانے پر لگاتے ہیں اور باہر کی مایہ کو بنانے میں کم وقت لگاتے ہیں یہ صحابہ کرام کی جماعت ہے، جن کے بہت سے واقعات ہیں، ایک مرتبہ اندر محاصرہ میں شہر والے صحابہ تھے اور غلام باہر محاصرہ (گھیرے ہوئے) کیے ہوئے تھے غلاموں میں سے کسی نے تیر میں لکھ کر یہ کہ تم کو امن ہے نکل آؤ، چنانچہ یہ تیر دیکھ کر صحابہ باہر نکلے اور کہا کہ تم میں سے کسی نے یہ بول بولے ہیں، کہاں ہاں، تو جنگ بند ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط لکھا تو فرمایا کہ بول کی لاج رکھو ورنہ بول کی قیمت نکل جائے گی، پس باہر کے نقشے کے اندر کم محنت کرو اور زیادہ محنت ایمان و اعمال پر کرو، جیسا کہ صحابہ کرام کرتے تھے، مہاجرین وانصار، حضرت ابوبکر، و عمر و عثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ، پس یہی تمہاری لائن ہے اپنی لائن میں چلو اور یقین وعمل بناتے ہوئے چلو، یہ تیسری لائن اصل لائن ہے، اگر اس پر آ گئے تو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں چمک جاؤ گے، اس کے لیے خدا کی راہ میں نکل کر مشق کرو اور گھر پر آ کر استعمال کرو، اب تشکیل شروع ہوئی۔

(۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ رجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۶۴ء بعد نماز فجر، بنگلہ والی مسجد دہلی میں ’یقین کے ساتھ نماز پڑھنے کی مشق‘ کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

نماز کو جان دار بنانے کے لیے اس سے پہلے یقین کو بنانا پڑے گا، یہ یقین رکھ کر نماز پڑھنا ہے کہ زمین و آسمان کے ساتھ (تمام مخلوقات میں) اللہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے، اور اللہ کے ساتھ آسمان و زمین کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے، اب عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا، تو اب محنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوئی تو ساری قوم و حکومت تمہارے قدموں پر گریں گی، یہ اس وقت ہوگا جب خدا کے اعتبار سے مسائل ہوں اور سارے مسائل جب غیر خدا سے ہٹا کر خدا کے اعتبار سے جب محنت پر عمل ہو جائے، جب آدمی کو اللہ کے ساتھ نماز ڈال دے تو کامیابی ہوگی۔

جب حکومت ہم کو پریشان کرے تو حکومت کا مقابلہ نہ کریں؛ بلکہ نماز پڑھ کر اللہ سے کہیں تو ہر مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ حل فرما دیں گے تو نماز کو بنانے کے لیے پہلے یقین

پر محنت کرنا ہوگی۔ جس پیشہ میں یہ یقین کرنا ہوگا کہ کچھ تجارت سے نہیں ہوتا: بلکہ اللہ سے ہوتا ہے۔ جس سے نہیں ہوتا وہ 'لا الہ' اور جس سے ہوتا ہے وہ 'الا اللہ' ہے۔ اور جس طریقہ پر اللہ دیتے ہیں، وہ محمد رسول اللہ ہیں۔ (یعنی حضور کے طریقہ پر عمل کرنے سے دیتے ہیں)

حکومت کا ایک آفیسر تبلیغ میں نکل گیا تو اس نے رشوت چھوڑ دی، اس کی وجہ سے دوسرے افسر پر زد پڑی، تو یہ واقعہ ہوا کہ افسر اس سے کہتے کہ تو جماعت میں چلا جا، وہ کہتا کہ میں لوٹ آیا ہوں یعنی جب جماعت تو چلا جائے گا تو رشوت ہم لیں گے، تیری غیر حاضری کے موقع پر چنانچہ اس کا تبادلہ کر دیا گیا تو حکومت خود نہیں چاہتی کہ رشوت ختم ہو تو اصلاح کیسے ہوگی۔

کلمہ کے اعتبار سے نماز کی مشق ہے، اس یقین سے نماز پڑھنے سے فرعون ڈوبا ہے، آج ہم دنیا کی شکل کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے ہیں تو کامیابی کیسے ہو، حالاں کہ خدا کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنی چاہیے، خدا اپنی قدرت کو دکھائیں یہ اس وقت ہوگا جب کہ شکلوں سے یقین ہٹا کر نماز پر ہو جائے، نماز میں رخ بیت اللہ کی طرف ہے، تو بیت اللہ کی طرف رخ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی طرف متوجہ ہو، بیت اللہ مرکز ہے ایک بلبلہ سے ساری دنیا کو سیراب کیا، زمین بلبلہ سے نہیں بنی ہے: بلکہ خدا کی قدرت سے بنی ہے، انسان مٹی سے نہیں بنا: بلکہ خدا کی قدرت سے بنا ہے، اس لیے بیت اللہ بنایا کہ انسان کا سلسلہ خدا کی قدرت کی طرف ہو جائے اس طرف یاد دہانی ہے نماز کی بنیاد خدا کی قدرت پر ہے اور دوسری چیزوں کی بنیاد کائنات پر ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کو بے آب وگیاہ پر ڈال دیا تو زمزم وجود میں آیا، زمزم پی کر کامیابی چاہتے ہیں، حالاں کہ زمزم پی کر کامیابی جب ملے گی، جب زمزم کے ملنے والا یقین حاصل ہو، یقین کا رخ پھیرنے کے لیے نماز دی گئی ہے، قوم سبا کی زندگی باغوں میں بگاڑ

وہی فرعون کو حکومت دے کر بگاڑ دی، شکل کے اندر خدا کی قدرت سے ہو رہا ہے، شکل سے نہیں ہو رہا ہے، بیت اللہ کو مرکز بنایا ہے بغیر اسباب کے بنایا ہے، بیت اللہ اس کی قدرت کے مظاہرہ کی یادگار ہے، کہ خدا کی قدرت کا ظہور یہاں سے ہوا، تیسرے نمبر پر ابرہہ کا لشکر مکہ میں چڑھ جاتا ہے، سب بھاگ گئے پہاڑ پر، لوگوں نے کہا کہ مکہ کا سردار آیا ہے، اس سے ابرہہ کے سردار نے کہا کیا چاہتے ہو، تو انھوں نے کہا سو اونٹ مانگنے آیا ہوں، تو اس نے کہا کہ ہم تو بیت اللہ کو ڈھانے آئے ہیں، اس کے بارے میں تم نے نہیں کہا، سو اونٹ کو کہا تو عبدالمطلب نے کہا بیت اللہ اللہ کا ہے اس کو خدا بچائے گا اور اونٹ لوگوں کو بچائے گا تو اس نے اونٹ دیدیے، جب فوج آگے بڑھی تو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی کنکریوں نے ابرہہ کا دماغ ٹھنڈا کر دیا اور برباد کر دیا، پیداوار کا مسئلہ، پرورش کا مسئلہ، مقابل طاقت کے فناہ کا مسئلہ تحفظ کا مسئلہ، باطل اسکیم چلنے کا مسئلہ، یہ بیت اللہ پر کر کے دکھا دیے، تا کہ یقین شکلوں پر نہ ہو بلکہ خدا کی قدرت پر یقین کر کے نماز پڑھیں، اب آدمی تجارت پر خوش ہو رہا ہے، حالاں کہ اس شکل کو یقین پر آ کر ایک نماز کو چھوڑ کر حکومت کو قدم کے نیچے آنے سے روک رہا ہے۔

یہ وہی نماز ہے، جس نے فرعون کو غرق کیا اور اسی نماز کی برکت سے وادی تیہ میں من وسلوی نازل ہوئی، یہ اس وقت ہے جب کہ نماز خدا کی قدرت کے یقین کی بنیاد پر ہو، خدا کی قدرت سے حاصل کرنے کی صورت نماز ہے، جیسے تجارت مال کے حاصل کرنے، حکومت اقتدار حاصل کرنے کی صورت ہے، اسی وجہ سے پہلے نماز میں لالہ والی محنت ہوگی اگر یقین یہ ہو جائے کہ نماز پڑھتا ہوں، خدا دیتے ہیں، تو اس پر حکومت قدموں پر آئے گی، آج اسباب کی شکلیں وصورتیں موجود ہیں، اس وجہ سے خدا کی قدرت پر یقین نہیں، مال ہونے اور ختم ہو جانے پر بھی خدا پر یقین ہو، اس سے پہلے بتوں کی عبادت کرنے والے اور خدا کی عبادت کرنے والوں کا مقابلہ تھا، لہذا کلمہ والا یقین صحابہ کے دلوں میں

اترا، نماز تک نہیں اتری، کلمہ والا قرآن اترا ہے، پھر نماز اتری۔ اگر کھیتی وتجارت کے بعد نماز دی جائے تو کلمہ کا یقین کیسے ہوگا، کلمہ والا یقین کے بعد نماز ہو تو خدا کی قدرت پر یقین ہوگا، کلمہ ہر چیز کی تردید کا نام ہے۔

اس لیے کلمے کے یقین کی تین بنیادیں ہیں

(۱) بت تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، تمہارا محتاج ہے، پھر محتاج سے کچھ نہ ہوگا، ہاتھوں کے بنے ہوئے بتوں سے کچھ نہیں ہوتا ہے خدا سے ہوتا ہے۔

(۲) پھر جن ہاتھوں سے یہ بت بنے ہیں، ان سے بھی کچھ نہیں ہوتا، ہاتھ سے بنے ہوئے کا انکار کرو۔

(۳) جتنی مخلوق بنی ہوئی ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، اس کا نام 'لا الٰہ الا اللہ' ہے، ہماری اصطلاح میں مردہ وجود کو کہتے ہیں، کہ وجود تو ہے، لیکن اس وجود سے کچھ نہیں ہوتا ہے، شیر کی مثال کہ زندہ ہے تو بھاگ جائیں گے اور مردہ ہے تو نہیں بھاگیں گے۔ اسی طرح ساری مخلوق مردہ ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، اس کے پیدا کرنے والے سے سب کچھ ہوتا ہے، پہلے 'لا الٰہ الا اللہ' کی مشق کرو، اسی کو بولو، سنو، دعوت دو۔

اس کے بعد نماز کی مشق کرو، اس میں پہلے فضائل پر محنت ہوگی کہ مسواک کرکے نماز پڑھنے پر کیا دیں گے، قرآن پڑھنے پر کیا دیں گے، سورتوں کے پڑھنے پر کیا دیں گے، نفل نماز پر کیا دیں گے، پھر تفصیلی نماز پر کیا دیں گے، لہٰذا ہر مسئلہ نماز پر حل ہوگا، خوش حالی نماز پر ہوگی، قحط نماز سے دور ہوگا، حکومت ووزارت نماز سے ٹھیک ہوں گی، نماز کے طریقوں کو معلوم کرنے کا نام مسائل ہیں، کلمہ کی مشق، نماز کی مشق، نماز کے فضائل کی مشق، مسائل کی مشق ہے:

(۱) ایک ہے ذکر کے اعتبار سے کلمہ کی مشق۔

(۴) یقین کے اعتبار سے مشق ہے۔

خلوت کی محنت ذاکرانہ اور جلوت کی محنت کے ساتھ داعیانہ محنت ہے۔ یہ چاروں چیزیں اخلاص کے ساتھ دھیان کے ساتھ ان کی مشق کی جائے گی۔

اگر نماز میں کلمہ والا یقین، فضائل و مسائل، ذکر و دھیان اور اخلاص ہے تو یہ نماز درست ہے، داعیانہ زندگی یا تو مشغلہ کے ساتھ ہوگی یا مشغلہ کے بغیر ہوگی، مشغلہ کے ساتھ اسی طرح دعوت دو، کہ اس کی تردید کرتے کرتے اپنی تردید آجائے، یہاں تک کہ فوج کی تردید ہوگی پھر اگر فوج نہیں مانے گی تو وہ مصیبت میں پڑے گی۔ داعی بننے کی صورت یہ ہے کہ نماز سے سب کچھ ہو جائے گا، اس کی دعوت دو، پھر نماز کی برکت سے حرام کمائی ختم ہوگی، پہلے وہ نماز تھی کہ بدر میں فتح ہوئی، اس نماز پر خندق میں فتح ہوئی، اس نماز پر قیصر و کسریٰ کے خزانے قدموں میں آئے، اسی نماز سے حکومت تمہاری حفاظت کرے گی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر کامیابی کا یقین کرتا ہے، مسجد والے عملوں میں چار ماہ مسلسل محنت کی جائے گی پھر مناسبت ہوگی، پھر چار ماہ کے بعد ترتیب یہ ہو کہ سال میں ایک چلہ، پھر آدھا دن خدا کی عبادت مسجد میں اور آدھا دن کاروبار میں، یہ صحابہ کی زندگی میں ملتا ہے:

(۱) ایک محنت انبیاء کے درجوں میں ہے، انبیاء وہ ہیں جنھوں نے محنت کی کہ لوگوں کو کلمہ نماز پر ڈالا۔

(۲) امت نے نبیوں کی دعوت کو قبول کیا، اپنی ذات پر محنت کرنا امت والی محنت ہوگی، دوسروں پر محنت نبیوں والی محنت ہوئی ہے، چل پھر کر محنت پہلے نبیوں کی محنت ہے۔

حضور کی ذاتِ گرامی سے دو سلسلے چلے ہیں:

(۱) ایک سلسلہ نبوت کا ہے، جس میں کلمہ نماز، ذکر روزہ، زکوٰۃ و حج ملا ہے۔

(۲) دوسرا سلسلہ ختم نبوت کا ہے کہ اب نبی نہیں آئیں گے، نبی والا کام دے کر گئے

کہ عبادات اپنی ذات سے کرتے ہوئے چل پھر کر لوگوں کو عبادات کی طرف اور پورے دین کی طرف دعوت دو، حج کی جان اور روزہ کی جان نماز ہے، تو گویا حج اور روزہ یہ دونوں نماز کو طاقت ور بنانے کے لیے آئے ہیں، حاجی پر محنت کرتا ہے، آج حج وہ کر رہے ہیں جن کے پاس نماز وغیرہ نہیں، پہلے حج سے اعمال تھے، آج اعمال کے اعتبار سے حج ختم ہو گیا، آج ملک کو اس طرح کر دیا کہ حاجی عیش کرے، جب بدعوی کی لائن پر زندگی نہ پڑے، اسی وجہ سے عیش کے نقشے قائم کر دیے، آج حاجی جاتا ہے حج کرنے، مقصد یہ ہونا چاہیے کہ حضور کی محنت اور اسوہ کی محنت لے کر آئیں گے بجائے اس کے دنیا کو لے کر آتا ہے، غیر ملکوں کی بنی ہوئی ظلمت کی چیزیں لے کر آتا ہے، اس لیے حاجیوں کے حج کو حضور کے نمونہ پر لانے کے لیے محنت کرتا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عید گھر ہوگی، حالاں کہ عید نماز ہے، خدا کی راہ میں سات لاکھ عیدوں کا ثواب ملے گا۔

❀❀❀

(۵)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ
مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر، بنگلہ والی مسجد حضرت
نظام الدین نئی دہلی میں "انسان کو اس کی محنت پر
اللہ کی توفیق سے ملتا ہے" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کو اس کی محنت پر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے، اگر صحیح محنت ہے تو اللہ کی طرف سے وہ ملتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا اور ہر طرح سے اس کو کامیابی ملتی ہے اور اگر اس کی محنت خدا کو ناپسند ہو، بلکہ غلط ہو تو اس کی زندگی کامیاب نہ ہوگی نہ سرسبز ہوگی نہ اسے اللہ چمکائیں گے، یہاں تک کہ جو دیا ہے اس کو بھی چھین لیں گے، بہر حال محنت پر ضرور ملتا ہے۔

اب کیا سامنے رکھ کر محنت کر رہے ہیں؟ آیا وہ سامنے رکھ کر محنت کر رہے ہیں جو اللہ کو پسند ہے یا وہ کر رہے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے، اللہ نے زمین کو انسان کی ضرورت کے تحت بنایا ہے، لیکن قیمتی نہیں بنایا، اسکے اندر مادیات کی کوئی حیثیت نہیں۔

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر اس دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر

کے برابر ہوتی، تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔

جب اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت سلیمانی دیا، تو ہوا وغیرہ کو سب کو ان کے لیے مسخر کر دیا (تابع کر دیا) اور وہ اس کو اٹھا کر لے کر چلتی تھی، جو دنیا میں ان کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہوا، جب تخت کے متعلق کسی نے تعریف کی، تو فرمایا گیا، کہا تو اس نے کہا کہ کچھ نہیں بس یہ کہا کہ سلیمان علیہ السلام کو بڑا تخت ملا ہوا ہے، تو انھوں نے فرمایا بے وقوف ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے کا جتنا وزن ہے، اس کا تخت سلیمانی کیا برابری کر سکتا ہے؛ چناں چہ حدیث میں: لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ (اللہ کے راستے میں صبح وشام تھوڑی دیر نکلنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے) علماء محققین فرماتے ہیں کہ یہ بہتر ہے تو کس اعتبار سے:

(۱) ایک مطلب یہ ہے کہ دنیا سے بہتر ہے؛ لیکن اس سے بہتر راہ خدا میں نکلنا ہے، اس سے دنیا کی بے قیمتی ہونا نکلتا ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ جتنے اعمال دنیا میں کیے جاتے ہیں ان سب سے بہتر راہ خدا میں ایک صبح وشام نکلنا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی وجہ سے راہ خدا میں نکلنے میں دیر کر دی تو آپ نے فرمایا: تیرے اور رفقاء کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گیا ہے، جیسے مشرق ومغرب، دنیا کی کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی، تو انسان جس چیز کو سامنے رکھ کر محنت کرے گا وہ دیں گے، حفاظت کی شکل انسان بناتا ہے؛ شکلیں حفاظت کی بن جائیں گی؛ لیکن حفاظت نہ ہوگی، اس لیے کہ شکل پر کامیابی نہیں ہے؛ بلکہ خدا والے راستہ پر کامیابی ہے۔ کامیاب زندگی بننے کی صورت یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنے اعضاء سے وہ عمل کرے جس پر اللہ تعالی خوش ہو کر کہہ دے کہ یہ کامیاب ہے، قیامت کے

دن کفارہ دیا کو دے کر جہنم سے آزاد ہونا چاہیں گے تو قبول نہ ہوگا، لیکن اگر اس کے خلاف کسی کا ایک عمل درست ہے اور بقیہ عمل خراب ہے (اور اللہ نے اس ایک عمل پر اس کو بخش دیا) تو اس ایک عمل سے پوری دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، جس میں ہزاروں باغات ہوں گے اور ایک باغ کی قیمت دنیا کے باغات نہیں بن سکتے، ایک حور ساری دنیا سے بہتر ہے، اسی ہزار خادم اس کی خدمت کے لیے ہوں گے، بس یہ کہ دنیا کی کوئی چیز قیمتی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عمل کو قیمتی بنایا ہے، یہاں تک کہ پاخانہ کے عمل کو بھی ٹھیک کرے (آداب کی رعایت کرے تو یہ بھی عمل قیمتی ہے) الغرض ایمان و عمل کے ساتھ تو کامیابی ہے، ورنہ نہیں اور استقامت سے عمل کرے گا تو کامیابی ہوگی اور استقامت اس وقت ہوگی جب قیامت کے دن کو سامنے رکھ کر چلے گا، اعمال صالحہ پر دنیا کے حالات بدلیں گے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ [رعد: ۱۱] تو مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کی کامیابی اعمال میں ہے، سارے اعمال میں قیمتی چیز ہدایت ہے۔

ہدایت دل میں ایک نور ہے، جس سے اللہ کے حکموں و نبی کے طریقوں پر نفع دکھائی دے، اور خلاف پر نقصان دکھائی دے، اس کا نام ہدایت ہے، اس روشنی کا نام ہدایت ہے اور دل کی روشنی نماز سے حاصل ہوگی اور نماز ہی نہیں ہے، تو روشنی کہاں، نماز پڑھتے اس طرح آتے ہیں کہ نماز خدا کی ڈیوٹی ہے تو تمام کام کو چھوڑ کر آتے، تو کسی نے کہا ایک عید ہی پڑھ لو، کسی نے کہا جمعہ پڑھ لو، کسی نے کہا پانچوں وقت پڑھو، ایسے ہی کسی نماز میں پانچ منٹ کسی میں دس منٹ، نماز گھڑی کے نام سے پڑھتے آتے ہے، کہ زیادہ دیر مسجد میں نہ رہے (تو اگر کسی دن امام نے نماز لمبی کر دی، تو مصیبت ہوگی کہ نماز لمبی کیوں پڑھائی، ہم ڈیوٹی والے لوگ ہیں۔

سارے مسائل کے حل کے لیے اللہ نے نماز دی ہے، خدا کی قدرت سے فائدہ

حاصل کرنے کا نام نماز ہے، خدا قدرت والا ہے، نقشوں سے آزاد ہے، ساری شکلیں خدا کی پابند ہیں؛ لیکن خدا کی قدرت کسی شکل کی پابند نہیں، حضرت آدم وحواء کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، تو پہلے قدرت سے فائدہ حاصل کرنے والی نماز کو بنالو تو نماز پڑھنے والے کو حاکم کی شکایت نہیں کرنی پڑے گی؛ بلکہ حاکم کو نمازیوں کی خوشامد کرنی پڑے گی۔

اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے چیزوں سے یقین ہٹا کر محمد ﷺ کے طریقہ پر عمل کیا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث سیکھا جائے کہ نماز کس طرح ہونی چاہیے، پھر نماز کی شکل کو سیکھا جائے کہ کس طرح نماز ہوتی ہے، اس کا نام مسائل ہے۔

(۱) کلمہ والا یقین

(۲) فضائل والا عمل

(۳) مسائل والی شکل

(۴) دھیان کے ساتھ غیروں سے کٹ کر نماز پڑھے یہ خشوع والی نماز ہے، اس لیے اللہ کا دھیان ضروری ہے، خدا کے فیصلے کے ساتھ زندگی بنتی ہے اور خدا کے فیصلے عبادت اور دعا پر ہوتے ہیں۔

❀❀❀

(٦)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۸ ر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۳ ر فروری ۱۹۶۳ء بروز ہفتہ ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے دوستو و بھائیو!

آخرت کے خواص پیدا کرو، دنیا تو کسی مقام و درجہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ قربانی کرتی ہے۔ لیکن مسلمان جنت کا مقام و درجہ حاصل کرنے کے لیے کچھ قربان نہیں کرتا، ساری زمین و آسمان جنت کے مقابلہ میں گھٹیا ہے، آخرت کے خواص وہ ہیں جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ کتاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ محشر میں فرمائیں گے میرے اقرباء اور احباب کو جنت میں داخل کرو، فرشتے کہیں گے اے اللہ کیا آپ کے بھی اقرباء و احباب ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں وہ فقراء و مہاجرین ہیں جو اپنی ضرورت کو اپنے سینہ میں لیے لیے رہ گئے اور لوگوں کی اصلاح کی لیے ادھر ادھر پھرتے رہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جب تک تم میدان حشر میں ہوگے حساب و کتاب نہ ہوگا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سخت حساب والے ہیں جب تم جنت میں چلے جاؤ گے تو اس کے بعد حساب و کتاب ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنے احباب میں ان لوگوں کو شمار نہیں کیا جو گھر پر بیٹھے ہیں؛ بلکہ ان لوگوں کو شمار کیا ہے، جو خدا کی (کلمہ نماز کی) آواز کو لے کر گھومتے

ہیں، حضرت نے مجمع سے سوال کیا، کہاں پہنچتا ہے، تو لوگ خاموش تھے، تو فرمایا فقراء مہاجرین میں پہنچتا ہے، فرمایا یہ صدور و حکام وہاں دار و دوزخ میں جائیں گے، (ایمان اعمال کی خرابی کی وجہ سے) یہ تو وہ لوگ ہیں، جو تمھارے آگے سر جھکانے والے ہیں اور تم ان کے آگے سر جھکاتے ہو۔

ہم مال کما کر لے رہے ہیں، یہ قارونی نعرہ ہے، ہم حکومت کر کے لے رہے ہیں یہ فرعونی نعرہ ہے اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔ اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر موت دے اور مساکین کی جماعت کے ساتھ میرا حشر فرما۔ اللہ تعالی فرمائے گا سب ہمارے ان بندوں نے ہمارے واسطے اپنی راحت دنیا میں قربان کی، وہاں بے تکلفی ہوگی ان فقراء و مہاجرین سے وہاں باتیں ہوں گی اللہ کا دربار ہوگا، تین چلہ لگانے سے خواص کے درجہ میں آجائے گا، ان شاء اللہ

اس کی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ مجھ کو فقراء میں شامل کر لے تاکہ برداشت کرنا آجائے جان و مال قربان کرنا آجائے۔

تین چلے سے فقیر بننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ شیطان فقر سے ڈراتا ہے، جب ایمان و نماز قوی ہوتی ہے تو فقیر بنائے جاتے ہیں، تین چلہ فقیر بننے کے لیے ہے، بلکہ فقیر بننے کی تیاری کی صلاحیت کے لیے ہے، آج کی دنیا کے سارے حربے کا توڑ فقیری ہے، جو لوگ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہیں، وہ فقیر کو بدنام کرتے ہیں، چاہے پیر ہوں، استاد ہوں، یا کوئی اور ہو حضرت ابوبکر و عمر کماتے تھے، لیکن فقیر تھے، حضرت محمد ﷺ نے بعد نبوت نہیں کمایا لیکن فقیر تھے، فقیری اس وقت ملے گی جب برداشت کرنا آجائے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے ایک مرتبہ حضور نے فرمایا، بیعت ہو جاؤ، لوگوں

نے کہا کس چیز پر تو آپ نے فرمایا اس بات پر بیعت کرو کہ کسی سے نہ مانگو، اگر تو اللہ کے یہاں فقیر بن گیا تو اللہ کے یہاں تیری ایسی چلے گی کہ جو خواہش ہوگی وہ ملے گی، ہمارا حال یہ ہے کہ دعا فقیری کی مانگتے ہیں، جب اللہ نے قبول کر لیا تو بھاگنا شروع کر دیا، جب بندہ دعا قبول ہونے کے بعد عمل نہ کرے، تو پھر خدا نالائق کہنے کے بعد مردود قرار دیتے ہیں، اس لیے فقیری دعا نہ کرنی چاہیے، بلکہ پہلے فقیری کی تمنا کرنا چاہیے بلکہ دعا اس طرح کرنی چاہیے کہ اللہ ایمان کو روشن کرے، جس سے فقیری چلتی ہے اگر اللہ کے فقیر بن جاؤ تو دنیا تمہارے قدموں پر آئے گی۔

(۷)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۷ر رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

ماہ رمضان ختم ہو رہا ہے، کچھ وقت بعد رمضان کا حساب خدا کے یہاں دیا جائے گا، اس کا رجسٹر منتقل کر دیا جائے گا، اگر رمضان قبول ہو گیا تو جنت کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے جنت کی تیاری کی، اس لیے دوزخ سے بچا دیا۔ حضور آخر میں آئے اور بہت تھوڑی عمر کے لیے آئے آپ سے قبل لوگوں کی عمریں زیادہ تھیں، حق تعالیٰ نے حضور کو رحمت بنا کر بھیجا اور عمر کم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں سہولت ہو کہ تھوڑی عمر کی حیثیت ہی کیا ہے، کچھ عبادت کر لیں یہ ای وجہ سے ہے کہ عبادت کا ذوق ہو تو جب پوری عمر کا فیصلہ کر لیا تو نماز روزہ وغیرہ شروع کیا تو اللہ نے رحمت کے دروازے کھولے، اس وجہ سے رمضان آیا کہ ایک طبقہ نے یہ طے کر لیا ہے، کہ عمر کو رمضان کے نمونہ پر گذارنی ہے اور ایک طبقہ ایسا تیار کریں گے کہ رمضان والی زندگی والا بن جائے۔ تھوڑے دن محنت کریں

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾ اللہ تعالیٰ دار السلام یعنی جنت کی طرف بلاتا ہے یعنی ایمان و اعمال صالحہ کی طرف بلاتا ہے، جو سبب ہیں جنت میں جانے کا اور اس کی طرف ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

ضرورت ہوگی تو کھائیں ورنہ نہیں، تعیش کی زندگی (آرام طلبی کی زندگی) جنہیں گذاریں گے۔ اللہ تعالیٰ دین کے لیے راحت چھوڑنے پر انعام دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بندہ کے ہر عمل پر جنت دلواؤں گا، عمل خدا کی طرف سے تحفہ ہے، جس کے بدلہ خدا جنت دیں گے۔ انسان تو گندہ ہی گندہ ہے، پوری کھال میں خون بھرا ہوا ہے اور دوسرے پاخانہ بھرا ہوا ہے اور تیسرے گندی چیز یعنی منی سے پیدا ہوا ہے، پورا جسم گندہ ہے تو جس چیز کو چھوئیں گے گندگی لگ جائے گی، تو خدا کو کیا تحفہ دے گا، اسی وجہ سے ابوبکرؓ نے کہا کیسے توبہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ کہا کرو، تو گندگی سے پاک ہونے کی صورت استغفار ہے، دوسرے کثرت سے عبادت دن ورات شروع کردے، تیسرے رو رو کر تیاری کرنے کو اللہ سے مانگ لے تو آخرہ کے ارادہ کر کے اے اللہ استغفار کے ذریعہ سے میری زندگی ایسا کردے کہ کامیاب ہو جاؤں۔

❀❀❀

(۸)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ بعد نماز عشاء "حیاۃ الصحابۃ" جلد دوم "حب المسلم للہ" کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو!

مسلمان کو حق تعالیٰ شانہ نے دنیا اور آخرت کی ساری ترقیات کے لیے ذرائع واسباب دیے ہیں، نہ عہدے دیے نہ دنیا کا ساز وسامان دیے؛ بلکہ مسلمان کی ترقی کے لیے جان ومال کی قربانی کا سرمایہ دیا ہے اگر ان دونوں کو عمل میں نہ لاوے، بلکہ مال وعہدے کے چکر میں آجاوے اور اسلام کے بطور مسلمان کے پابند نہ ہے تو جتنا چاہے مال بڑھائے مکان بڑھائے؛ لیکن حوادثات (پریشانیوں وبربادیوں) سے اللہ دوچار کریں گے۔

اور جب مرجائیں گے تو مصیبت میں رہیں گے، اب مسلمان خواہ کسی جگہ کا ہو، ہر مسلمان مسلمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہے اگر مسلمان کسی مسلمان کا اعزاز (عزت) کرتا ہے تو حضور کا اعزاز کرتا ہے اور اگر ٹھکراتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل کرتا ہے اگر مسلمان کو ستایا ہے تو حضور کو ستایا ہے، یہ مسلمان اپنے آپ دنیا میں نہیں آیا؛ بلکہ حضور کے واسطے سے دنیا میں آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا تو صحابہ نے کہا ہم آپ

کے بھائی نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور بعد میں جو آئیں گے وہ مجھے دیکھے کے مشتاق ہوں گے وہ میرے بھائی ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ صحابہ کیسے تھے اور ہم کیسے ہیں صحابہ نے پہلے بھوک پیاس، تکلیف برداشت کی اور جب کوئی خدا کے لیے محنت کرتا ہے خدا دین کی طرف لوگوں کو کھینچتا ہے، بے عملی سے عمل پر لاتا ہے، کفر سے اسلام کی طرف لاتا ہے تو اس پر تکلیف آتی ہے۔ جب تکلیف کو برداشت کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ترقی دیتے ہیں صحابہ کی طرح امت تھوڑی محنت و مجاہدہ کرے تو بہت کچھ ملنے والا ہے۔ تم نے روٹی کسی کو کھلائی، کسی کا عیب چھپایا، پریشان کے قرضہ کو ادا کیا، یا مہلت دی تو جنت مل گئی اگر پوری دنیا کو سمیٹ لو پوری دنیا کے وزیر اعظم بن جاؤ تو جنت نہیں ملے گی، لیکن کسی کو پانی پلا دیا تو جنت ملے گی۔ آج ہماری دل کی آنکھیں پھوٹ گئیں، اس وجہ سے کفار کے ہاتھوں پڑے ہیں اب ہم قومی چکر میں آگئے، اپنی وطنیت کی محبت میں آگئے ہیں، اسی وجہ سے برباد ہیں، مسلمان وہ ہے جو بلا تفریق وطن و زبان خواہ کسی ملک کا ہو اگر وہ مسلمان ہے تو اس سے محبت کرے۔ آج دنیا میں جو زوال کے اسباب ہیں وہ بہت ہیں، ہمارا مسلمانوں سے تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ اس لیے بلا تفریق ملک و وطن مسلمان کے پاس بحیثیت مسلمان کے جایا جائے جتنا زیادہ مسلمانوں کے پاس جائیں گے، اتنی ہی محبت حضور سے بڑھے گی، آج مسلمانوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہے؛ بلکہ جس کو عذر بنا کر رکھا ہے وہ مرض ہے، آج مسلمان کسی مسلمان سے محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ مال دار ہے، اسی طرح کفار سے محبت کرتا ہے کہ وہ مال دار ہے تو یہ محبت نہیں ہے؛ بلکہ مسلمان سے محبت اس لیے ہے کہ اس کے دل کے اندر کلمہ ہے، یہ دراصل محبت ہے، چوں کہ زبان سے وہ لفظ اللہ کہتا ہے اس لیے اس کی قیمت ہے فرمایا کہ جو ساقی زبانی رگ اور حلقی رگ سے کٹ کر جو اللہ کے لیے محبت کرنے والا نہ ہو وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا ہے، خواہ کتنا ہی ذکر و شغل کرے، یا خلافت مل جائے، وہ اللہ کے نزدیک ولی نہ ہوگا۔

(۹)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱۸/ اگست ۱۹۶۳ئ مطابق ۲۶/ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: { وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ } [صف: ۷] اور آگے یہ فرمایا کہ اللہ نے رسول اس لیے بھیجا تاکہ کافروں کو نا پسند آئے، نیز اس لیے بھیجا کہ ساری دنیا کے طریقوں پر حضور کا طریقہ غالب آجائے اور محنت کرنے پر حضور طریقہ غالب آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے، نبوت ختم ہوگئی اور رسول والی محنت ختم نہیں ہوئی؛ بلکہ رسول کی جگہ پر اب امت کے ذمہ یہ محنت ہوئی۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ نبی والی محنت کریں؛ لیکن آج ہم نے سب طریقے سیکھے نبی والا طریقہ نہیں سیکھا، جس کی وجہ سے جانوروں کی طرح زندگی گزارنے لگے۔

اقتدار حاصل کرنا حضور کا طریقہ چھوڑ کر یہ دو مرغوں کا طریقہ ہے (دو مرغ لڑتے ہیں) ایک غالب آتا ہے دوسرا مغلوب، اگر مغلوب مرغا کھاتا ہے تو غالب مرغا پہلے اپنا سینہ تانتا ہے اور پھر پھڑ پھڑاتا ہے اگر مغلوب مرغا اس پر بھی باز نہ آیا تو زور سے آواز لگاتا

ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے تم نے کیوں کھایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری محنت جانوروں کے اندر بھی موجود ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آ جائیں تو اعمال بدلیں گے اور جب اعمال صحیح ہوں گے تو حالات بدلیں گے اور صحیح ہوں گے۔

مقامی کام

اپنے مقام پر رہ کر کام کرنا یہ پہلے کے نبیوں والا کام ہے، لیکن حضور والا کام جو صحابہ کو اور اس امت کو دیا گیا ہے، جس کے ذریعہ پوری دنیا میں محنت چلے، دین زندہ ہو اس کے لیے جماعت بن کر دینا کر محنت کرنے والے بن کر پھرے۔

پانچ چیزوں کے ساتھ جو مقام پر کام کرتے ہیں:

(۱) دعوت (۲) تعلیم (۳) ذکر و دعا (۴) آپس کا تعاون و مدد (۵) نماز۔

اب پورا ملک تمہاری محنت کا دائرہ کار ہے، آج یہ کام ساری دنیا میں پہنچ گیا ہے، لہٰذا کام کرنے والوں کو بیرون ملک کے لیے نقل و حرکت کرتا ہے، کام کرتا ہے اور کام کرنے والے تیار کرتا ہے، ہجرت دو قسم کی ہے، ایک ہجرت الی اللہ ہے، یعنی کام کے تقاضے ہوں اور اپنا وطن بالکل چھوڑ کر دوسرے ملک میں جائیں، اسلام اور مسلمانوں کی ضرورت کے تحت اور اپنی ضروریات کو قربان کر کے بشرطیکہ کمائی کی غرض سے جانا نہ ہو یہ ہجرت الی اللہ ہے، مصیبت سے اسلام پھیلتا ہے، مصیبت سے اسلام ختم نہیں، جب تعیش کا وقت آتا ہے تو اسلام کا جنازہ نکلتا ہے، اسی طرح اگر مصیبت کے وقت کام نہ کیا تو اسلام مٹ جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہجرت کر کے ہندوستان آئے، اسلام پھیلانے کی غرض سے، پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں، اسلام پھیلایا جو مصیبت آئی، اس کو برداشت کیا، ان کے ہاتھ پر لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے جو آج بھی موجود ہیں، ایک انگریز لکھتا ہے کہ اجمیری چشتی

نے اجمیر سے دعا کر تک سفر کیا تو ۹۰ لاکھ مسلمان ہوئے۔

دوسری ہجرت یاد رہے، گاؤں، گاؤں والی دعوت جو ہم کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ اپنی رائے پر نہ چلیں، بلکہ جس وقت جیسی ضرورت ہو کام کی ضرورت کے اعتبار سے وقت لگانا ہے۔

اسلام دنیا میں جب پھیلے گا جب تم دنیا میں پھیلو، جب مقام پر محنت کرو گے تو خیریت علاقہ میں آئے گی اور جب دنیا میں پھیل کر کرو گے تو خیریت دنیا میں پھیلے گی۔ یہاں تک کہ محبوب ترین وقت گذارنے کی جگہ اور محبوب ترین خرچ کرنے کی جگہ اور محبوب ترین دماغ لگانے کی جگہ خدا کا راستہ بن جائے، اور تم خدا کے راستہ میں اتنا پھرو کہ اللہ سے جا ملو اور اس کے رسول سے ملو کہ دونوں تم سے خوش ہوں۔

اسلام دوسروں سے لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا نام ہے، مقامی، پردیسی کو اور پردیسی مقامی کو، مال دار غریب اور غریب مال دار کو فائدہ پہنچائے۔ انسان کا مزاج لینے کا ہے، اور جوڑ دینے میں ہے، اس کے لیے حق تعالیٰ نے کہا کہ دینے والا میں ہوں تو سو لگا دے گا میں ہزار دوں گا، تو کروڑ لگائے گا میں اربوں دوں گا، تیرے پاس جو کچھ ہے وہ دیدے تو میں سب کچھ دوں گا، تیری ساری ضرورت پوری کر دوں گا، اب اللہ سے لینے اور بندوں کو دینے کا ذہن بن جائے تو جوڑ ہوگا، اس کے لیے عبادات اللہ نے عطا فرمائی ہے۔

سب سے بڑی عبادت نماز ہے، نماز پڑھ کر مجھ سے دعا مانگ میں دوں گا، نماز کا مقصد یہ ہے کہ سر سے لے کر پیر تک ہر عضو کا استعمال صحیح ہو اس پر جو مانگو میں دوں گا۔

نماز آمد ہے (یعنی آنے کا ذریعہ ہے) اس لیے سب کو فائدہ پہنچاؤ، فائدہ اس وقت پہنچائیں گے جب آمد شروع ہو، دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا نام اخلاق ہے، اخلاق تین چیز

کے مجموعہ کا نام ہے (۱) کف الأذی: مخلوق کو تکلیف سے بچانا (۲) طلاقة الوجہ: کشادہ پیشانی، ہنس مکھ چہرہ سے ملنا (۳) بذل المعروف: مال وغیرہ خرچ کرنا۔

ایک کارخانہ عبادت ہے، دوسرے کارخانے کا نام اخلاق ہے، اخلاق اس وقت آئے گا جب عبادت آجائے، اگر ایسی نماز ہوجائے کہ ہر مسئلہ کا حل ہوجائے تو آپ کو یہ فکر ہوگی کہ انسان کو فائدہ پہنچائیں، تاکہ خدا کی طرف سے ہمارے لیے آمد ہو، اس لیے بلاتفریق مذہب اپنی جان ومال سے فائدہ پہنچائیں تو کامیاب ہوگے، اب دو ہاتھ پھیلائیں گے ایک خدا کی طرف لینے کے لیے اور دوسرا مخلوق کی طرف دینے کے لیے۔ خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت نظام الدین اولیائی کی طرف لوگ کھینچے والے ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے خالق سے لے کر مخلوق پر لگایا، اپنی ذات پر نہیں لگایا، بلکہ ساری مخلوق کو فائدہ پہنچایا، آج پورا ملک ان سے عقیدت ومحبت رکھتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین اور نظام الدین اولیاء کی ذات کی بات تھی، ذات کی بات نہیں تھی، بات صرف یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کو اسلام پر ڈھال دیا تھا اور ہم اسلام پر نہیں ڈھل سکے، اس لیے وہ چمکے اور ہم نہیں چمکے۔

M D Zaid

❀❀❀

(۱۰)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۴ ر شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ ر مارچ ۱۹۶۴ء بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں "انسان کے اعمال پر کامیابی وناکامی کا فیصلہ" کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کے ساتھ اللہ کی طرف سے جو کامیابی یا ناکامی کا معاملہ ہوتا ہے وہ اس کے اعمال پر ہوتا ہے، چیزوں پر معاملہ نہیں ہوتا، یا وغیرہ وغیرہ کا معاملہ چیزوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ نہیں ہوتا؛ بلکہ اعمال کو سامنے رکھ کر فیصلہ ہوتا ہے، کامیابی وناکامی شکلوں میں نہیں ہے بلکہ اعمال میں ہے، جیسے اعمال ویسا فیصلہ (اللہ کا منشاء یہ ہے کہ اے میرے بندو اگر میرے پاس وہ اعمال بھیجو گے جس سے میں خوش ہوتا ہوں، تو میں تمہارے پاس وہ حالات بھیجوں گا جن سے تم خوش ہوگے اور اگر تم میرے پاس وہ اعمال بھیجو گے، جن سے میں ناراض ہوتا ہوں تو میں تمہارے پاس وہ حالات بھیجوں گا، جن کو تم نہیں چاہتے ہو) اگر انسان اعمال پر

جم جائے، تو یقینی کامیابی قسموں پر دنیا میں آئے گی، دوسری کامیابی آخرت میں ہوگی، اعمال انسان کے اعضاء و جوارح سے نکلتے ہیں اگر اعضاء صحیح ہو گئے تو حالات درست ہوں گے، اعمال کی محنت پر ہمیشہ ملے گا اور ملتا رہے گا، انبیاء علیہ السلام اسی لیے آئے کہ سر سے پیر تک اعمال پر محنت کرائی اور سارے انبیاء متحد طور پر انسان کا رخ موڑنے کے لیے دو چیزیں سامنے رکھیں کلمہ و نماز جس کے متعلق کہتے ہیں کہ کام تو بہت اچھا ہے، لیکن صرف کلمہ نماز سے کیسے کام چلے گا اور یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوگا اور بھی تو کرو پیٹ کا بھی مسئلہ ہے، خالی دل لے کر بیٹھ گئے دل بھی جب ہے جب پیٹ ہے، حالاں کہ دل سے پیٹ ہے، پیٹ سے دل نہیں ہے۔

✓ یہ حقیقت ہے اور لوگ دھوکہ میں ہیں کہ پیٹ سے دل ہے، حالاں کہ آج کھانے کی طرف سے جتنے وزراء حریص ہیں، اتنا کتا بھی حریص ہے، یہ کھانے کے لیے کتوں کی طرح مارے مارے پھرتے ہیں، جن اعمال سے آخرت کے مسائل حل ہوتے ہیں انھیں سے دنیا کے مسائل بھی ٹھیک ہوں گے، سب سے پہلا عمل کلمہ و نماز ہے، اگر یہ ٹھیک ہے تو سب ٹھیک ہے اور اگر یہ بگڑا ہے تو سب بگڑ جائے گا، اس لیے راہ خدا میں نکل کر سب سے پہلے کلمہ نماز پر محنت کر کے جاندار بنانا ہے، پھر باقی ۴ نمبروں پر محنت و مشق کرنی ہے۔

❀❀❀

(۱۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۸/ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مدرسہ کاشف العلوم، بنگلہ والی مسجد کے طلبہ میں ہوا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

جو آدمی پانی میں اپنے کو ڈال دے تو پھر ہاتھ پیر مار کر نکلے گا (یعنی تیر کر) تم کو تیرنا اس وقت آئے گا کہ جو کچھ سمجھایا جا رہا ہے، اس پر عمل کر کے تیرنا سیکھو ورنہ پھر سیکھنے و سننے سے بغیر عمل کے بیڑہ غرق ہو جائے گا، ایک بات ہے، جو یہاں سے سارے عالم میں کی جا رہی ہے، ملک و مال حاصل کرنے کے لیے؛ بلکہ اپنے یقین و عمل کو ٹھیک کرنے کے لیے کی جا رہی ہے، خواہ وہ طالب علم ہی کیوں نہ ہوں، ملازم سے بھی خواہ مدرسہ کا ملازم ہو یا کارخانہ کا ملازم ہو، اس کے علاوہ زمینداروں سے بھی کی جا رہی ہے، اس لیے بھائی بات تو سب سے کی جا رہی ہے، جسے بولنا آئے گر نہ آئے، تو وہ نقصان میں ہوگا، اب تم جماعت میں جاؤ گے تو چوبیس گھنٹے ہوں گے اور جب ٹھیک وقت گذرے تو اللہ کے یہاں دعا قبول ہوگی، یہ ہی محنت سے اونچی محنت ہے نبیوں کی محنت کو نبیوں والے راستہ میں نکل کر دعا کی جائے تو سب سے اونچی دعا ہے اور دعوت ہر موقع پر دی جائے، دوکان و مکان چیزوں کو دیکھ کر متاثر نہ ہو ذکر و دھیان کے ساتھ

رہو، یہاں تک کہ پاخانہ جاتے وقت ذکر کرتے ہوئے جاؤ، ادھر ادھر نہ دیکھو، مکان دیکھوگے دکان دیکھوگے تو اس کی طرف کھنچوگے اور زمین کو دیکھوگے تو زمین نہیں کھینچے گی اگر ہم ٹھیک بن کر نکلے تو جنت میں جائیں گے اور اگر بگڑ کر نکلے تو دوزخ میں جائیں گے، دنیا بھر کو نہ دیکھو، بلکہ اپنے کو دیکھو، غلط بات کان میں نہ پڑے، بلکہ کلمہ نماز دین کی بات کان میں پڑے ہاتھ و زبان کو پابند رکھو، سیکھنا سکھانا ہو تعلیم میں ہو، بہرحال انفرادی اجتماعی عمل میں رہو، کسی کو ذلیل نہ سمجھو، بلکہ اپنے کو ذلیل سمجھو، مجھ سے سب بڑھیا ہیں ۲۴ گھنٹے میں محنت کرکے اللہ سے اپنے لیے اور دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت مانگو۔

ہدایت کیا ہے

ہدایت یہ ہے کہ دل میں وہ روشنی اور وہ کیفیت جس سے اعمال میں کامیابی نظر آئے اور بداعمال میں ناکامی نظر آئے، اس طرح اگر چوبیس گھنٹے کا وقت صحیح گزرا تو ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُہَا کِلَابٌ دنیا مردار ہے، اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقَی اللّٰہُ کَافِرًا شُرْبَۃَ مَاءٍ۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ اس راستہ میں دنیا کی حرص ختم ہوگی، یہ کام بڑے مقصد کے تحت ہے اور کائنات کے اندر کی ساری چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں، اسی وجہ سے اس پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے، پوری محنت تو دین کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہیے، کیوں کہ دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اور دنیا جس کے ساتھ ہو جاوے وہ بھی بیکار ہو جائے اور جنت سے دور ہو جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن دنیا سامنے ہو کر خدا سے درخواست کرے گی اے اللہ مجھ کو جنت میں داخل نہیں کرتے اور جنتی آدمی کو میرے ساتھ کر سکتے ہیں، صرف اتنا

کریں کہ ان کے ساتھ مجھے بھی جنت میں کر دیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس کے ساتھ وہ ہوگی اس کی حیثیت گوبر دور کر دے گی، یہ دنیا اس قدر گندی ہے کہ جس شخص کے ساتھ ہو وہ جنت سے جہنم میں پہنچا دیتی ہے اس دنیا کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اس لیے مسلمان کو اس سے زیادہ حصہ نہیں ملتا بلکہ سب کافروں کو ملتا ہے اور بچا کچا مسلمان کو ملتا ہے، اگر کوئی قدر کی چیز ہوتی تو مسلمان کو ملتی۔

✓ دنیا کی حیثیت کی مثال یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بہترین لباس پہننے والے کو گندہ کپڑا اور یہ اس شرط پر کرکے کہ آگے کپڑے پر لگا لو تو وہ جواب دے گا دور ہو جا تو بے وقوف ہے، جو مجھے اس صورت میں دیکھے گا بھاگے گا۔ اسی طرح کوئی دیہاتی آدمی تاج محل کو جو بہترین عمارت میں سے ہے، وہ اندر داخل ہو کر کہے کہ بڑی بہترین عمارت ہے لیکن اس کے سامنے گوبر کے ڈھیر کو رکھا جاوے تو بننے والے بیوقوف کہیں گے اور ساری عمارت بے کار ہو جائے گی اور برسات میں اس کے کیڑے پھیل کر عمارت کو بدصورت کر دیں گے، یہ کام ۴۰/۵۰ سال سے ہو رہا ہے، مقصد دعا والا بنانا ہے، اور وہ نور ہدایت کا حاصل کرنا ہے جس کے بغیر انسان اندھا ہے، دنیا ضلالت کدہ ہے، نور ہدایت یہ ہے کہ اعمال میں کامیابی نظر آنے لگے، ڈاکو بڑے پیٹ والے کے پاس جاتے ہیں ایک بڑے میاں کے یہاں ڈاکہ ڈالنے گئے تالا کھولنا چاہتے تھے، تو بڑے میاں کو تکیے پر سے بولے یہ کنجی لے لو اور کھول لو تالا مت توڑو میرے پاس تالا بنوانے کے پیسے نہیں ہیں، چناں چہ وہ واپس چلے گئے، جس کا پیالہ ہوتا ہے اس کو اختیار ہوتا ہے اس کے اندر جو چاہے ڈالے، یہ دنیا کی ساری مخلوق پیالہ کے مانند ہے، چاہے اللہ اس میں کامیابی رکھے چاہے ناکامی، حالات کو چاہے بنائے یا بگاڑے، مسئلہ دعا سے حل ہوتا ہے، محنت کرکے اعمال کو درست کرکے دعا والا بن جاو، دعا سے کامیابی لیتا ہے، خدا کی قدرت کا تعلق کائنات سے نہیں؛ بلکہ صفات کے ساتھ ہے، وہ

راستے الگ الگ ہیں:

(۱) ایک قدرت سے استفادہ (فائدہ حاصل کرنا)

(۲) خدا کی قدرت سے بچے ہوئے سے استفادہ۔

اس وقت مسلمان قدرت سے استفادہ کے رخ سے ہٹ کر وجود پائی ہوئی چیز سے استفادہ پر پڑ گئے، اقلیت میں ہونا، فقیری وغریبی ناکامی کا ضابطہ نہیں ہے، اسی طرح امیری کامیابی کا ضابطہ نہیں ہے، خدا کے یہاں دعا والا کامیاب ہے، قدرت کے استفادہ میں شکل کو سامنے نہیں رکھا جاتا ہے کہ اللہ پاک شکل سے، دعا کا راستہ قدرت سے استفادہ کا ہے، شکل سے استفادہ کا نہیں ہے، آج بول الگ ہیں اور عمل الگ ہیں، حالاں کہ دونوں کو ایک ہونا چاہیے، اگر تم دعا کے راستے میں آنا چاہتے ہو تو تمھارے سامنے وزیر اور جھونپڑے والے کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا۔ یا اللہ اکبر ہے، دوسرا محمد رسول اللہ ہے کہ جو چھوٹا ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، جو بڑا ہے وہی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا استعمال چیزوں پر نہیں کریں گے؛ بلکہ محمد ﷺ کے طریقہ پر کریں گے خدا کی قدرت سے سر سے پیر تک حضور ﷺ کے اعمال وطریقہ کے راستے سے ہوگی، یہ یقین بناؤ کہ چاندی کی قیمت ایک انگلی کے برابر نہیں تو پھر اس سے اندازہ لگاؤ کہ آپ کے اعمال کی قیمت کتنی بڑی ہے آج دل کی گہرائی میں حکومتوں کی کارخانوں کی تجارتوں کی بڑائی بیٹھ گئی ہے، اللہ کی بڑائی نکل گئی ہے، حالاں کہ اولیاء اللہ ان چیزوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے، حضرت سفیان ثوری کسی کی کوٹھی کو دیکھتے تو منہ پھیر کر دیوار سے لگ جاتے، وجہ یہ بیان فرماتے کہ یہ جبر ہوتے ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ ان کی طرف دیکھوں تو گرفت نہ کرے، یہ سفیان ثوری محدثین میں اعلیٰ درجے کے محدث ہیں اور صوفیاء میں سے اعلیٰ درجے کے صوفی ہیں اور مجتہد ہیں۔

دعا کی قبولیت کے تین شرائط ہیں:

(۱) خدا سے ہونے کا یقین ہو، محمد ﷺ کے طریقے پر۔

(۲) جو بھی حال گذرے، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا، ہاتھ پھیلانا تو دور کنار حال کا ذکر نہ کسی کے سامنے نہ آنے پاوے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ نماز پڑھ کر مانگو پھر اللہ تعالیٰ یا تو معروف طریقے سے دیں گے کہ کسی کے دل میں ڈال دیں کہ وہ تمھاری مدد کرے، یا غیر معروف طریقے سے دیں، غیب سے دیں، بغیر کسی ذریعے کے براہ راست دیں۔

اسلام خارجی (باہری) چیزوں سے نہیں چمکتا ہے، وہ داخلی چیزوں سے چمکتا ہے، وہ اخلاق سے چمکتا ہے، دعا سے چمکتا ہے، یقین سے چمکتا ہے، اس لیے ساری محنت اپنے اوپر خرچ کرنا ہے، اپنے اوپر محنت کر کے خدا کی ذات وصفات سے ہونے کی آواز لگاؤ اور اس پر عمل کرو اور دینی چیز میں مخلوق کا بول ہو، بات ہو کچھ اور کہے کچھ اور اسی کا نام سیاست ہے، سیاست شیطان سے چلی ہے، کہ حوا سے کہا اللہ نے اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس کو نہ کھاؤ گی تو جنت سے نکال دی جائے گی اور کھاؤ گی تو ہمیشہ جنت میں رہو گی (بات کچھ اور ہے اور کہہ رہا ہے کچھ اور)

اس طرح لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے تبلیغ نہیں کرنی ہے، خدا سے ہٹ کر لوگوں سے نہ مانگے، اس سے بچے تو ہم کو دعا والا بننا ہے، آسان راستہ دعا والا ہے، اس راہ میں عمل کر دعا نماز والا بننا ہے۔

(۱۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۸ ر ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ
دیوبند کے طلبہ کے مابین ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

{قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ} ملک شکل ہے عزت حال ہے، اور 'الملک' میں الف لام استغراق کے لیے ہے، ملک ومال تیرے قبضہ میں ہے، اب معلوم ہوا کہ کامیابی اعمال پر ہوگی، ملک ومال سے نہ ہوگی، آج یہ ہوتا ہے کہ ملک کو تو لیا مگر اس میں کامیابی کا یقین خالق والا نہ لیا، ملک ومال والے جانتے بھی ہیں اور اس پر یقین بھی کرتے ہیں اور قدرت کے جاننے والے کو علم بھی ہے لیکن یقین نہیں، آج علم ہے، لیکن اس علم پر یقین نہیں ہے آج طالب علم بغیر ایمانیات کے محنت کے علم حاصل کر رہا ہے، ایک طالب علم بنیاد سے چلتا ہے، پھر شرح جامی کے قریب پہنچا، کسی نے مولوی صاحب کہا تو اس طالب علم نے سمجھا کہ میں جان گیا، تو یہ ابوجہل اور امیہ بن خلف سے آگے نہیں بڑھا۔ صحابہ کے دور میں علم کی دو قسمیں تھیں: (۱) تیرہ سال کی زندگی میں علم مغیبات کے یقین کے ساتھ آتا رہا، یہود کے پاس علم تھا، یقین نہیں تھا، حالانکہ وہ تورات پڑھتے تھے، آج بھی یہود جیسا حال ہے، یقین شکلوں کے ساتھ ہے، اس لیے

یقین کا امتیاز پیدا کرتا ہوگا، یہ نہ سمجھو کہ علم نہیں آیا؛ بلکہ علم آیا ہے، لیکن اس پر محنت کرنی ہے، اس لیے ایمانیات کا شروع سے مذاکرہ ہونا چاہیے، اس لیے ملک ومال ودنیا کے نقشوں سے استغناء کے ساتھ علم حاصل کرنا ہے، یہ اس وقت آئے گا جب کہ ملک ومال سے استغناء والے ماحول اور اس پر محنت کرنے والے ماحول میں لگ کر محنت کریں گے، تبلیغ میں نکل کرکے اس علم کا یقین بنانا ہے، علم وعمل تو ہے لیکن یقین نہیں ہے، آج تو امت سے تینوں چیزیں نکل گئی ہیں۔ اسلام زندگی بنانے کا نام ہے۔

❀❀❀

(۱۳)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۲ رشوال ۱۳۸۳ھ بعد نماز مغرب، بنگلہ والی مسجد میں 'دعا محنت کا انعام ہے'

کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

یہ دعا محنت کا انعام ہے، جیسے کھیتی والی محنت کا انعام غلہ ہے، تجارت والی محنت کا انعام مال ہے، اسی طرح ایمان وعمل والی محنت کا انعام دعا ہے، جب آدمی اپنے عمل کے بدلے پر ایمان پر محنت کرے تو خدا دعا قبول کرتے ہیں؛ کیوں کہ خدا سب کے بغیر اور سب کے ساتھ ہر حال میں اپنی قدرت سے بنانے پر قادر ہیں، کہ جس کی زندگی چاہیں بنادیں اور جس کی چاہیں بگاڑ دیں۔ اور اللہ اپنی قدرت سے کردیں اس کے لئے دعا دی ہے، اور دعا کا حکم دیا ہے، دعا سے جنت ملتی ہے دوزخ سے بچتے ہیں، جہاں ملک ومال کے نقشے بگڑتے ہیں وہاں دعا چلتی ہے، آج کل پہلے غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں تو گاڑی الجھتی ہے اور پھر اپنے کو غلط راستے پر ڈالتے ہیں، اصل دعا تڑپ اور اضطرار ہے، دعا اصل میں اس بوجھ کا نام ہے جو آدمی پر پڑے کہ کمر ٹوٹ جائے، بیٹھا جائے۔

خدا کی طرف طبیعت رجوع ہو اس کا نام دعا ہے، خواہ زبان سے کہے یہ نہ کہے اگر زبان پر آئے تو سبحان اللہ ورنہ کوئی حرج نہیں۔

❀❀❀

(١٣)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ٢٥ رشوال ١٣٨٣ھ بعد نماز عشاء بنگلہ والی مسجد حیاۃ الصحابہؓ ص: ٥٩٢ کے موقعہ سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ جل جلالہ نے انسان میں ایسے اوصاف رکھے ہیں کہ بعض صفات کی وجہ سے انسان ترقی کرتے کرتے اتنے بلند مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ فرشتے بھی اس مرتبہ کو نہیں پاتے، اللہ نے ایسے ملکات رکھے ہیں کہ اگر حضور کے طریقے کے مطابق ہو تو فرشتوں سے بڑھا دیتے ہیں بلکہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کی حفاظت کرو، مدد کرو، تو فرشتوں کو حاکم نہیں بنایا؛ بلکہ محکوم و خادم بنایا ہے، اللہ نے انسان میں ایسی صفات رکھی ہیں کہ ان صفات و کمالات کو اس کے مطابق خرچ کرے تو درجات نصیب فرماتے ہیں۔

زمین کی صفت پستی ہے، آگ کی صفت بلندی ہے، جو مخلوق آگ سے پیدا ہے، اس میں بلندی و تکبر ہے، جنات میں سب سے زیادہ تکبر و بلندی کا مادہ ہے، اسی وجہ سے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اس نے کہا: [خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ] [اعراف: ١٢] اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور آگ کا درجہ مٹی سے بڑھا ہوا ہے، اس لیے آگ کی خصوصیت بلندی کی ہے۔

اس بنا پر شیطان نے سجدہ نہیں کیا آج انسان آگ کے آگے سجدہ کرتا ہے، بہر حال مٹی سے بنی ہوئی مخلوق میں پستی ہے، صحابہ کو پستی و تواضع پر ڈالا فرمایا: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ جو پستی اختیار کرے گا خدا اس کو بلندی پر لے جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اپنے گھر میں پستی اختیار کرے پھر باہر پستی اختیار کرے جس سے انانیت (میں پنا) نکل جائے وہ ولی ہے، ولی وہ ہے جو ہر ایک کی خدمت کرے اور اپنے کو پست سمجھے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ میں تو اپنے کو کتے سے زیادہ ناپاک سمجھتا ہوں تو یہ تواضع کی حد ہے، تمام ولی تواضع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نہیں پا سکتے آپ نے اپنی امت کو یہی سبق دیا اردوم حب او فارس جاؤ لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھو۔

آج حالت یہ ہے کہ تبلیغ میں تین چار مرتبہ نکل جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ میں سب کچھ سمجھ گیا، حالاں کہ یہ شیطان کا بھائی بن گیا اور شیطان کا بھی بڑا بھائی بنا ہے اگر آدمی خوب دعوت دے رہا ہے اور خوب کام کرتا ہے اور آخر میں یہ کہے اے اللہ میں تو بہت ناپاک ہوں، میں تو بہت پست ہوں، میں بھلا ایسا کہاں ہو سکتا ہوں، ایسے سوچتے سوچتے نفس پر قابو پاتا ہے تو اللہ اس کو بلندی نصیب فرماتے ہیں، اب کرنا یہ چاہیے کہ یہ سوچے کہ میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا ہوں۔

آج سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ تبلیغ کرنے والا تبلیغ کرنے والے کو یہ کہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا؛ حالاں کہ ہو سکتا ہے وہ موت سے پہلے تبلیغ کرنے لگے اور توبہ نصیب ہو جائے اور خدا کو پسند آ جائے اور بلند مقام پر پہنچ جائے، خدا کی راہ میں تواضع زیادہ پیدا ہوتی ہے؛ کیوں کہ خدا کی راہ میں تواضع کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں، لیکن اپنے مقام پر تکبر و ترفع کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے گھر پر رہ کر تواضع پر آنا مشکل ہے، اس راستہ میں تواضع کی مشق ہوتی، تکبر اپنے اندر سے نکلتا ہے، بڑا تو خدا ہی ہے، حضور نے اناکبر نہیں کہا کہ میں سب سے بڑا ہوں، بلکہ اللہ اکبر کہا اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

(۱۵)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۷ محرم ۱۳۸۳ھ مطابق

۲۰ جون ۱۹۶۳ء طلبہ کے مابین بنگلہ والی مسجد میں ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! ایک تو علم کی حقیقت ہے دوسرے صورت ہے، زمین و آسمان اور ان کے اندر کی چیزوں کا علم براہ راست علم انسان کا علم ہے، دوسرے ان چیزوں میں کیا فائدہ ہے اور یہ علم انسان عارضی ہے، خدائی علم ذاتی ہے۔

ہم خدا کی قدرت کے اعتبار سے نہیں جانتے بلکہ شکل حاضر کے اعتبار سے جانتے ہیں، دنیا والے اپنے علم پر محنت کر رہے ہیں، ان کا علم ناقص ہے (کم ہے)

سائنس والوں نے دیکھا کہ اس درخت کی ٹہنی یہاں سے نکلی لہذا انھوں نے بتایا کہ یہاں سے ٹہنی نکلی ہے، خدا نے کیسے بنایا کہاں سے یہ سلسلہ چل رہا ہے، خدا کی قدرت کس طرح حاوی ہے، انسان کو اس کا علم نہیں ہے، ان کا علم ناقص ہے، ان کا علم جہالت ہے، جہالت خالص نہ جاننے کا نام نہیں؛ بلکہ غلط جاننے کا نام بھی جہالت ہے، کسی چیز کا نہ جاننا جہالت ہے، کسی چیز کو غلط جاننا یہ بھی جہالت ہے، وزیر کو وزیر نہ جاننا یہ جہالت ہے، وزیر کو گدھا جاننا یہ بھی جہالت ہے، علم تو صحیح جاننے کا نام ہے، گدھے کو گدھا جاننا علم ہے اور اس کو گھوڑا جاننا جہالت ہے، اور جو یہ کہے کہ فلاں سے یوں ہوگا وہ بھی جاہل ہے، اعمال کے اعتبار سے نہ جاننا جاہل مطلق ہے اور جہالت پر اکائی آتی ہے، جو لوگ سرمایہ حکومت

تجارت زمین وغیرہ پر محنت کر رہے ہیں ان کے ناکام ہونے کے لیے دوزخ ہے۔ ایک رخ یہ ہے کہ دنیا والے جب کہ سارے کے سارے جہالت پر محنت کریں تو ناکام ہوں گے دوسرا رخ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں علم کے راستے سے کامیابی حاصل کرے۔ آج دنیا والوں کی زندگی اکثر جہالت پر ہے، صحیح علم والے بھی اگر جاہلوں کی طرح جہالت پر محنت کریں تو وہ بھی ناکام ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی ترتیب یہ ہے کہ یقین پر محنت کر کے علم لیتے تھے، اصل علم قرآن اور حدیث کا علم ہے، جس کو خدا نے علم بتایا ہے وہ علم ہے باقی سب جہالت ہے خدا کے بتائے ہوئے راستے سے کامیابی لینے کا نام علم ہے۔ علم کو تین اعتبار سے بدلنا ہے: (۱) اللہ کی صفات (۲) اللہ کی قدرت (۳) اور اللہ کی ربوبیت کو جانے اور صرف جاننے سے کام نہیں چلے گا، اس پر یقین اور عمل ضروری ہے۔

تین باتوں پر محنت کی جاتی ہے (۱) یقین بدلو (۲) علم بدلو (۳) عمل بدلو۔

اللہ کی قدرت کا علم حاصل کرنا پڑے گا اور خدا کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے قرآن کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ دوسرے اس کا یقین بناتا ہے اور اس کے بعد عمل کرتا ہے، اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرتا ہے، اخلاص کے ساتھ تب اللہ تعالیٰ کامیابی اپنی قدرت سے دیں گے، اس لیے قدرت پر یقین کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنا ہے، عربی جاننا نحو صرف جاننا یہ آلہ و اسباب ہے، اصل علم قرآن و حدیث ہے، طلبہ کا یقین قرآن و حدیث والے علم کے مطابق گھر پر نہیں بنتا؛ بلکہ جب پڑھتے ہیں تو کھانے کا خیال ہوتا کہ روٹی کھا کر پڑھیں گے۔ ہمارے یہاں نظام الدین کا حال یہ ہے کہ یہاں مبلغین چندہ نہیں دیتے؛ بلکہ کھا کر ہی جاتے ہیں طالب علم سات سال تک الفاظ پڑھتے ہیں اور یاد کرتے ہیں، پھر جب طلبہ سے یوں کہا جائے کہ تبلیغ میں نکلو تو یوں کہتے ہیں کہ پیسہ ہوگا تو نکلیں گے تو خدا پر بھروسہ کہاں رہا۔

مکہ میں ایمانیات مغیبات کا علم چل رہا تھا اور اس پر زندگی گزر رہی تھی، اللہ کی ذات و صفات جنت و دوزخ برزخ اچھے عملوں کا فائدہ اور برے عملوں کا نقصان جب بیان رہے تھے اسکول رہے تھے، صحابہ کو مشاہدہ کے خلاف مغیبات کا یقین تیار ہوا، جب بنی اسرائیل کو مغیبات کے راستے سے کامیابی ملی تو امت محمدیہ کو کیوں نہ ملے گی، دعوت کے راستے سے تعلیم چل رہی ہے اور واقعات انبیاء کے بیان کیے جارہے ہیں، پہلے ہم مسلمان تھے، آج یہود ونصاریٰ کی طرح چل رہے ہیں، اولیاء اللہ کے واقعات ہیں کہ ذکر و نماز سے وہ ولی بنے تو ہم کو بھی ولی بننا ہے، ہم کو یہ یقین کرنا ہے کہ کامیابی دنیا کے اسباب سے نہیں ملے گی؛ بلکہ اللہ کی قدرت کے راستے سے ملے گی، اس کے لیے محنت کرنی ہوگی، اگر ہم اسباق میں وقت لگائیں تو فارغ وقت میں جنت و دوزخ کے ذکر کو دیکھیں، مغیبات کا ذکر دیکھیں، اس کے لیے قرآن کی آیات دیکھیں، اس بنیاد پر نماز کی مشق بھی چلے گی، اگر خارجی وقت کی حفاظت کی اور ہوٹلوں و بازاروں میں وقت نہ لگایا؛ بلکہ پڑھنے کے وقت پڑھنے میں اور خارج میں مغیبات کے ذکر میں لگایا وقت کی حفاظت کی تو مغیبات کا یقین ہوگا، ہفتہ میں ۲۴ گھنٹے کے لیے جماعت میں نکلنا تعلیم کے زمانہ میں یہ یقین پیدا کرنے کے لیے ہے، فضائل کی کتاب پڑھیں کہ اعمال پر کیا ملے گا، نماز کی مشق کیجیے۔

حضرت شیخ عبد الرشید صاحب مرحوم بڑے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں مبلغین کا کھانا دس روپیہ ماہانہ بھیجا کرتے تھے اور خود بھی جان لگاتے تھے، پھر حضرت جی کے زمانہ میں یہاں خود آنا بند کر دیا تو حضرت نے ان کو خط لکھا کہ اگر جان لگاتی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ مہربانی فرما کر یہاں کھانا بھیجنا بند کر دیجیے تو کھانا بند کر دیا، طلبہ سے فرمایا کہ حضور کا علم ہے کہ اس طریقہ پر کسی بستی میں جاؤ اس طور پر کہ ملک و مال والوں سے بے نیاز و بے پرواہ ہو کر پڑھاؤ۔

(١٦)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ٧ ر محرم ١٣٨٣ھ مطابق ٢٠ ر جون ١٩٦٣ء بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین نئی دہلی میں 'سب سے بڑی دولت ہدایت ہے' کے عنوان سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! سب سے بڑی دولت ہدایت ہے، اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے سب سے بڑی دعا یہی رکھی ہے {اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ} اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھلا۔

اور ہر نماز کے بعد دعا رکھی ہے قرآن مجید میں آسمان سے کھانا اتارنے کی بھی دعا اور اولاد کے ملنے کی بھی دعا ضرورتوں کے پورا ہونے کی بھی دعا اور جتنے مسائل ہیں ان کی دعائیں قرآن میں موجود ہیں۔ اگر قرآن پڑھو تو معلوم ہوگا کہ دیگر دعائیں بہت کم ہیں؛ لیکن ہدایت کی دعا بہت زیادہ ہے، اللہ نے جو احسانات گنوائے ہیں ان میں سے ایک احسان {وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى} [الضحیٰ: ٧] اللہ نے پایا آپ کو بے خبر تو باخبر بنا دیا، اس کے علاوہ {وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى} [الضحیٰ: ٥] اور عن قریب آپ کا رب آپ کو ایک چیز دے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس سے مراد شفاعت ہے تو جہاں احسان شفاعت جتلایا ہے وہاں ہدایت کا ذکر کیا ہے، کیوں کہ ہدایت سے عمل کا دروازہ

کھلے گا، جس سے دعا کی توفیق ہوگی۔

سورہ واقعہ پڑھنے کی ترغیب دی، پڑھ تو رہا ہے لیکن ہدایت نہیں ملی، اس وجہ سے عمل کا دروازہ نہیں کھلا، اسی وجہ سے دعا والا نہ بنا، اسی وجہ سے فاقہ دور نہ ہوا، جس طرح آج انسان چور بازاری کر رہا ہے، جیسے پاکستان جا کر بیرون ملک جا کر یا ہندوستان میں رو کر روزی کمانا، یہ چوری کا دروازہ ہے، دنیا میں چوری یہ ہے کہ دنیا کے نقشوں پر محنت کر کے خدا سے لینا چاہ رہے ہیں، حالاں کہ دعا کا اس قدر وزن ہے، کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جاوے اور تم دعا والے ہو تو دعا کے راستے سے سب حکومت غرق ہو سکتی ہے، اس وجہ سے سب سے زیادہ وزن ہدایت کا ہے، ہدایت سے عمل کے دروازے کھلتے ہیں، جب عمل کے دروازے کھلتے ہیں تو دعا کی توفیق ہوتی ہے، جس طرح مال محنت کرنے سے ملتا ہے اس کا نام کمائی ہے، اس طرح ہدایت محنت سے ملتی ہے اس کا نام مجاہدہ ہے، ہدایت کے اندر نظر آئے گا کہ میں خدا کے سامنے نماز پڑھ کر مانگوں گا تو خدا پوری مدد فرمائیں گے، ہدایت محنت سے آتی ہے، مجاہدہ سے ملتی ہے، ہدایت دل کی ایک روشنی ہے، جس سے ایمان و اعمال میں کامیابی نظر آئے گی، (اور بد عملی میں ناکامی نظر آئے گی) ابو طالب باوجودیکہ حضور کی (۴۲ سال) خدمت کی مگر ہدایت نہیں ملی، حضور کی ابو طالب کی خدمت کا حال اس سے معلوم ہوگا کہ ایک مرتبہ دو تین گھنٹے کے لیے آپ غائب ہو گئے تو ابو طالب کو تشویش ہوئی، تو چند نوجوانوں کو بلا کر ایک مکان کے چاروں طرف جس میں عرب کے ہر قبیلے کے سردار موجود تھے اور جمع تھے، ابو طالب نے کھڑے کر دیے، اتنے میں حضور نظر آئے، تو ابو طالب نے کہا اگر حضور نظر نہ آتے تو یہ نوجوان تم سب کو قتل کر ڈالتے، چناں چہ اس کے بعد سرداروں نے حضور کے قتل کا ارادہ نہیں کیا۔

ذکر کرنا، دعوت دینا کل کی مجاہدہ نہیں ہے: بلکہ اخلاص کے ساتھ ذکر کرنا، دعوت مجاہدہ

ہے، اپنی غرض پوری کرنے کے لیے محنت کرنا مجاہدہ نہیں ہے اگر یوں کہا جائے کہ تبلیغ میں نکلو، اسمبلی کے ممبر بن جاؤ گے، تو یہ مجاہدہ نہ ہوگا، نیت یہ ہو کہ جب میں خدا کو راضی کروں گا تو سب کچھ مل جائے گا۔

دو باتیں ہوئیں (۱) ایک نیت خدا کو راضی کرنے کی ہو (۲) دوسرے یہ یقین ہو کہ کلمہ کی دعوت ذکر و تعلیم کے حلقے پر اللہ سب کچھ دیں گے، مال سے حکومت سے نہ دیں گے، یہ مجاہدہ کا باطن ہوا مجاہدہ کا ظاہر یہ ہے کہ مسجد کے اندر تشکیل کے ذریعہ تعلیم کے حلقے کے ذریعہ، یا کلمہ کے بول میں ہو یا تعلیم کے حلقہ میں ہو، یاد دعا یاد کرنے یا قرآن کی تلاوت یا نماز کے اندر ۲۴ گھنٹہ میں ہوں گے، کیوں کہ عادت یہ ہے کہ بازاروں میں طبیعت لگی ہے اس لیے صورت کے اعتبار سے جماعت کے اعتبار سے ہوگا، یا پھر شخصی اعتبار سے نماز دعا وغیرہ میں ہوگا، مجاہدہ یہ ہے کہ اب تک جن چیزوں کے عادی تھے، ان سب کے خلاف کرنا ہوگا، ایک مرتبہ ایک تاجر گشت میں گیا، امیر نے کہا تم تاجر ہو، فلاں چیز کو دیکھ آؤ، تو اس نے کہا کہ گشت میں گئے تھے تو اس کو دیکھ آئے، نماز کے اندر صورت کے اعتبار سے مجاہدہ یہ ہے کہ کسی طرف کو نہ دیکھے، سجدہ کی جگہ دیکھے، جہاں دیکھنے کا حکم ہے وہاں دیکھے، ہر عضو کو پابند رکھے، باطن کا مجاہدہ یہ ہے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے پڑھے، اسی طرح تبلیغ کے اندر بھی ظاہر کے اعتبار سے ہر عضو کو پابند رکھے، چھ نمبروں کے اندر پابند رہے۔

اور اندر کے اعتبار سے مجاہدہ یہ ہوگا کہ ملک و مال حاصل کرنے کے لیے نہ ہو، بلکہ اللہ کو راضی کرنے کا یقین ہو (۱) یقین بھی (۲) نیت خالص بھی ہو (۳) ہر عضو کو پابند ہو، ان تین چیزوں کا نام مجاہدہ۔ ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [عنکبوت: ۶۹] جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کریں گے ان کو ضرور بالضرور ہدایت دیتے رہا کریں گے مجاہدہ کرکے پھر ہدایت کی دعا کرو، ہمارا حال یہ ہے کہ جو گندہ ہے اس کو

قیمتی کھجور ہے ہیں جو بے قیمت ہے اس کو قیمتی کھجور ہے ہیں، اس لیے جو جتنا زیادہ اخلاص کے ساتھ جس قدر محنت کرے گا اور وقت لگائے گا اس کو اسی قدر نور ملے گا، ان عملوں پر محنت کرتے کرتے دنیا میں پھرتے پھرتے جب دعا کریں گے تو اللہ کا نور آئے گا، اللہ کا نور جب آئے گا جب اخلاص ہو، بزرگی کی بھی نیت نہ ہو، کہ میں بزرگ بن جاؤں گا بزرگی سے مراد یہ ہے کہ لوگ میرے سامنے عاجزی کریں اور خدمت کریں، بعض بزرگوں نے کہا کہ مرنے کے بعد میرے جنازہ میں زیادہ آدمی ہوں، اپنی ہستی کو مٹانے کے لیے محنت کرو اور دنیا میں پھرو، اپنی ہستی کو قائم کرنے کے لیے نہ پھرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی خود پھر کر اور دوسروں کو پھرایا، اسی وجہ سے دو کام ہیں (۱) خود نقل و حرکت کریں اور جہاں جائیں وہاں کے لوگوں کو باہر نکالیں جماعت میں تو پھرنے و پھرانے والے دونوں ہیں گے۔

اور انبیاء میں صرف پھرنا تھا، پھرانا نہیں تھا؛ بلکہ اپنی جگہ، اپنے علاقے میں محنت کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پھر کر صحابہ کو پھرایا، یہ تو اللہ نے خاص فضل فرمایا کہ پھرانے والی صفت حضور کے واسطے سے امت کو نصیب فرمایا، یہی خصوصیت اس امت کی ہے، یہ انبیاء والا کام ہے، اس کے لیے دس دن دینا مشکل اور اگر روز بیٹھے والا کام ہو تو پوری زندگی دینے کو تیار ہیں۔

(۱۷)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ محرم ۱۳۸۳ھ بعد نماز فجر، بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں "سب سے بڑی محنت ہدایت حاصل کرنے کی ہے" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

سب سے بڑی دولت جب ہدایت ہے تو اس طرح اس کی محنت کی بھی سخت ضرورت ہے ہدایت سب سے زیادہ محنت کی محتاج ہے، جب انسان محنت اس طرح کر کے دکھائے جس طرح خدا کو پسند ہے، تب ہدایت ملے گی، جتنی ہدایت ملے گی اس کے بقدر عمل قبول ہوگا، اسی قدر کامیابی ملے گی، سب سے بدترین ضلالت وگمراہی ہے، گویا یہ سلسلہ ہدایت وضلالت سے چلتا ہے، اسی وجہ سے خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. جس کو اللہ ہدایت دے دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، ہدایت وضلالت براہ راست خدا کے ذمہ ہے۔ حدیث میں ہے آپ نے فرمایا میں مبلغ ہوں بات کا دل میں اتارنا اللہ کے ذمے ہے، شیطان بہکاتا ہے، لیکن گمراہ کرنا اللہ کے قبضہ میں ہے۔ [اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ] [القصص: ۵۶] آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے

بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ ابو طالب کا انتقال ہو رہا تھا، سارے بنو ہاشم ابو طالب کے ساتھ اور ہدایت حضور کے ساتھ، جب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو حضور تشریف لائے تھوڑی سی جگہ دیکھ کر قریب ہونا چاہا کہ ابو جہل قریب ہو گیا، اس موقع پر فرمایا کہ میرے کان میں کلمہ کہہ دیں جس سے سفارش کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اگر کوئی سارا قرآن و حدیث پڑھ لے اور اللہ ہدایت نہ دے تو ہدایت نہیں مل سکتی، ہدایت علم کا نام نہیں ہے، آج کل پڑھے لکھے ہدایت پر نہیں ہیں، علم ہدایت کی صورت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ حقیقت ڈالیں گے تو ہدایت ملے گی، علم تو کافر کو بھی دیتے ہیں، آج کل نصاریٰ عیسائیوں کے یہاں قرآن و حدیث، شرح حدیث، اسماء رجال اور سیرت پر تصنیفیں ہیں، لیکن اس علم نے ان کو کلمہ نماز تک نہیں پہنچایا، لوگ علم پر تو محنت کرتے ہیں، مگر ہدایت پر محنت نہیں کرتے اسی وجہ سے مال سے کامیابی نظر آتی ہے۔

ضلالت یہ ہے کہ چیزوں میں کامیابی نظر آئے قرآن و حدیث کے اندر کامیابی نظر نہ آئے، ہدایت ملنے کی پہچان یہ ہے کہ جس وقت جو حکم آئے (یعنی حال کا امر) اس کو کرنا شروع کردے، ایک آدمی نے کہا کہ اللہ اگر مجھے مال دے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرکے اولیاء اللہ بن جاؤں (اس کا نام ثعلبہ بن حاطب انصاری تھا) جب اللہ نے اس کو مال دیا تو مدینہ سے باہر مال کی کثرت کی وجہ سے رہنے لگا اور حضور کے پیچھے نماز بھی گئی، راستے میں زکوٰۃ کا حکم آیا تو اس نے انکار کر دیا، الخ اس پر یہ آیت نازل ہوئی { وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ } [توبہ: ۷۵] پھر وہ نفاق پر مرا، تو جب آدمی حکم پورا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو ضلالت و گمراہی آتی ہے، جب ضلالت ہوگی تو علم سے کمائے گا اور جب ہدایت ہوگی تو عمل کے ذریعہ اللہ اس کو روزی دیں گے، ہدایت محنت و مجاہدہ سے ملے گی۔

جو چیز کمائی کی طرف لے جائے وہ ضلالت ہے اور جو چیز اعمال کی طرف لے جائے وہ ہدایت ہے یہ تبلیغ اجتماعی مجاہدہ ہے، اس سے اللہ پاک سب کے لیے ہدایت کا دروازہ کھولیں گے۔

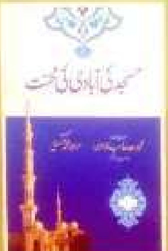

JMC India Publishers Pvt. Ltd.